امامیہ مشن ۔ حسین آباد ۔ لکھنؤ

امامیہ مشن لکھنؤ کا چوتھا تبلیغی رسالہ

وہابیت

مطبوعہ سرفراز قومی پریس کٹوتہ اسٹریٹ لکھنؤ

امامیہ مشن لکھنؤ کے گرانقدر کارنامے

قاتلان حسین ؑ کا مذہب یہ وہی مقبول عام کتاب ہے جسکے ایک نسخے ایک مہینہ کے اندر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئے اور اب اس کا دوسرا اڈیشن باضافہ بعض مطالب جدید طبع ہوا ہے جو بہت تیزی کے ساتھ فروخت ہورہا ہے قیمت ۴؍ خرچہ ڈاک ۱؍

تحریف قرآن کی حقیقت اس کتاب مین قرآن مجید کی عظمت اور دیگر کتب سماویہ کے مقابلہ مین اس کا اعتبار تحریف قرآن پر فریقین کے نقطہ نظر سے بحث اور ایمان بالقرآن کی حقیقت ان تمام مطالب کو انتہائی جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے قیمت ۵؍ خرچہ ڈاک ۱؍

مولود کعبہ یہ رسالہ بھی حضرت سید العلماء دام ظلہ کے چند بیش بہا مضامین کا مجموعہ ہے اور بیادگار ولادت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ۲۰×۳۰ ۱۶ کے ڈھائی جزو پر شایع کیا گیا ہے قیمت ایک آنہ خرچہ ڈاک دو پیسہ

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین آنریری سکرٹیری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

Accessi...
No...

فروعِ دین

مُصنفہ

حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر مد ظلہ

امامیہ مشن لکھنؤ کی چوتھی تبلیغی خدمت

بیادگار ولادت حضرت ولی عصر مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ

۱۵ر شعبان ۱۳۵۱ھ

اس سے قبل تین رسالے "قاتلان حسینؑ کا مذہب" "تحریف قرآن کی حقیقت" اور "مولود کعبہ" شایع کئے جا چکے ہیں اور اب یہ چوتھا رسالہ ایک ایسے اہم موضوع پر شایع کیا جا رہا ہے جسکی فی زمانا سخت ضرورت تھی ہم کو قوی امید ہے کہ اس رسالہ کی بھی زائد سے زائد تعداد مومنین خرید فرما کر غیر اقوام میں مفت تقسیم فرما کر عند اللہ و عند الرسول ماجور ہونگے اور ہماری ہمت افزائی فرمادینگے۔ فقط



خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ



۱۹۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وآلہ الطاہرین :-

ذہنیتوں کا اختلاف دنیا میں عجیب عجیب کرشمے دکھلاتا رہا ہی، کون مسئلہ ایسا ہی جس میں آرا و افکار ایک نقطہ پر جمع ہوئے ہوں اور اُس میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا ہو یہانتک کہ ظاہری حواس سے جو چیزیں تعلق رکھتی ہیں وہ بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہیں ۔ سوفسطائیوں نے بدیہیات کے وجود سے بھی انکار کر دیا اور حقائق عالم کو خواب پریشان کے مثل بے حقیقت سمجھ لیا ۔

اکثر حسی چیزیں طویل عرصہ تک دریافت ہونے سے محروم رہیں اسلئے کہ وہ ذرائع و آلات موجود نہ تھے جن سے اُنکا ادراک کیا جا سکے ۔

پانی کے جراثیم اور ہوا میں مخلوط شدہ ذرات اُسی وقت احاطہ محسوسات میں داخل ہوئے جب آلات مکبرہ (مکرسکوپ) نے ایک ایک چیز کو ہزار ہزار گنا بڑا کر کے دکھانے کا بیڑا اٹھایا اور دور ترین آوازیں اُسوقت گوش گذار ہونے کے قابل بن گئیں کہ جب تار برقی اور بے تار برقی کے فضائی پیغاموں کی ایجاد نے دنیا کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا ۔

JUNG

پھر جب ظاہری ادراکات کے حدود میں موجود ہونے والے اشیاء قوائے ادراک کے نقص کی وجہ سے ہزاروں صدیوں تک نذر جہالت بنے رہ سکتی ہیں تو جو چیزیں آنکھوں سے اوجھل اور ظاہری ادراکات سے بالاتر ہوں انہیں انسانی خیالات ٹھوکریں کھائیں تو کچھ بعید نہیں ہے۔

لیکن جس طرح ظاہری حواس کے عجز و قصور کا علاج وہ آلات و ذرائع تھے جن سے انکے ادراکات میں مدد ملی اسی طرح خارج از حواس ادراکات کیلئے ادلہ و براہین وہ ہیں جو نقاب خفا کو اٹھا کر خفی کو ظاہر اور مشتبہ کو متیقن بنا سکتے ہیں اور یہی ذریعہ وہ ہے جس سے حقائق غیب کے ادراک کا دروازہ کھلتا ہے۔

حضرت ولی مطلق حجت عصر عجل اللہ فرجہ کے وجود اور حضرت کی غیبت کا مسئلہ ایسا ہی جس میں خیالات نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں اور اکثر لوگ نقطۂ حقیقت سے دور ہی رہے ہیں۔

خصوصًا موجودہ زمانہ میں جبکہ مادیت کا دور دورہ ہے اور روحانیت تقویم پارینہ ہوتی جاتی ہے اور موجودہ فلسفہ کی نبیاد کو ذاتی مشاہدات پر مبنی سمجھ کر لوگ ما فوق الطبیعہ قوی اور انکے برکات کو خیال موہوم جانتے اور وہ ہر چیز کو ظاہری حواس سے آزمانے کے متوقع نظر آتے ہیں وجود حجت کے انکار کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو گیا ہے یعنی علاوہ ان افراد کے جو اپنے مذہبی مسلک کی بنا پر انکار ضروری سمجھتے ہیں ایسے اشخاص کی کافی تعداد پیدا ہو گئی

ہر جو اس قسم کے عقائد کو روشن خیالی کے خلاف سمجھتے ہوئے انکے انکار کو اپنی بلند نظری کا معیار جانتے ہین۔

تیسری طرف بہت سے خوش عقیدہ مسلمان جو ذاتی حیثیت سے نہ زمانہ کی ہوا سے مادیت کے دلدادہ اور نہ مذہبی لحاظ سے وہ وجود حجت کے عقیدہ سے منافرت رکھتے ہین۔ زمانہ کے مشکلات اور مدت غیبت کے صبر آزما طویل انتظار کے مقابلہ مین شکست کھاکر اپنے مستحکم عقیدہ کو کھو بیٹھے ہین اور اگر نفی کے دائرہ مین قدم نہ بھی رکھین تو متزلزل ضرور ہین۔

چوتھی جانب وہ اشخاص جن کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے ناواقف مسلمانوں کے عقائد سے کھیلنے مین لذت محسوس ہوتی ہر انھون نے اپنے تئین مہدی آخرالزمان بناکر دنیا کے سامنے پیش کیا اور وہ اگرچہ گذر گئے باوجودیکہ دنیا قائم ہے جو خود انکے ادعائے مہدویت کی ایک بین شکست تھی لیکن انکے سادہ لوح معتقد اب بھی دنیا کو انکی مہدویت کا حلقہ بگوش بنانے کے لئے انتہائی طاقت صرف کرتے ہین، انکے نزدیک اب کسی مہدی موعود کے وجود کی ضرورت نہ رہی اسلئے کہ انکے خیال کے مطابق مہدی کا ظہور افسانہ ماضی بنچکا ہر۔

اس صورت حال کی بناء پر ضرورت اسکی محسوس ہوتی ہے کہ وجود حضرت حجت کے مسئلہ کو سلجھے ہوئے بیانات کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے جس مین انتہائی بے تعصبی اور رواداری کے ساتھ نقطہ حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہو

اسلئے کہ مناظرانہ نوک جھونک اور الزامی اعتراضات وجوابات کسی مشکل کا صیحیح حل نہین ہوسکتے، وہ وقتی حیثیت سے فریق مقابل کی زبان مین گرہ اور لبون مین قفل ڈالدین اور اُس سے عجز کا اقرار بھی کرالین لیکن وہ ضمیر کو سرنگون بناکر اُس سے اعتراف نہین کرسکتے۔

اُسکے لیئے تو ضرورت ہو کہ دل مین خلش کرتا ہوا کانٹا اور چبھتی ہوئی پھانس نکل جائے اور وہ جبھی ہوگا کہ جسوقت شک و شبہہ کے تمام اسباب پر منصفانہ بحث کرکے دنیا کو صبر و سکون سے اُن پر غور کرنے کا موقع دیا جائے

بحالت موجودہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر اس رسالہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ مجھ کو یہ توقع نہین ہو کہ اپنے موجودہ محدود وقت و فرصت مین مین اس مسئلہ کے تمام پہلوون پر مکمل روشنی ڈال سکون گا اور اسی بناء پر مین اس رسالہ کو اس سلسلہ کی پہلی قسط سمجھتا ہون اور یقین رکھتا ہون کہ آیندہ مناسب مواقع پر اس موضوع کے متعلق انشاءاللہ دیگر رسائل کی اشاعت ہوتی رہے گی۔

غیب کا اعتقاد

"غیب" یعنی ان دیکھی باتون کا اقرار انسان کی زندگی مین ناگزیر ہے

وہ لوگ جو اپنے تمام معلومات کی بنیاد مشاہدات پر قرار دیتے ہین اور عقلی ادلہ کا نام سنکر کانون پر ہاتھ رکھتے ہین اُن کو بھی گھوم پھر کر عقلی نظریات کے سامنے سر جھکانا ہی پڑتا ہے -

مادّیین کے مقابلہ مین ہم نے کافی شرح وبسط کے ساتھ اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہونچایا ہے کہ کسی نتیجہ تک پہونچنے کے لئے براہین عقلیہ کے بغیر چارۂ کار نہین ہے -

یہانتک کہ وہ چیزین جو تمامتر محسوسات پر مبنی سمجھی جاتی ہین اُن مین بھی جب تک ایک مقدمۂ عقلیہ کا ضمیمہ نہ لگے اُسوقت تک نتیجہ نکلنا محال ہے - اور وہ مقدمۂ عقلیہ ہمیشہ ظاہری احساسات سے خارج ہوتا ہی -

تھرمامیٹر سے بخار کی تشخیص کرنے والے ڈاکٹر لاکھ کہین کہ ہمارا علم مشاہدہ پر مبنی ہی اور اُن کا یہ کہنا ظاہری نظر مین صحیح بھی ہو اسلئے کہ حقیقۃً وہ اپنی آنکھ سے پارہ کو خاص درجہ پر دیکھکر حکم لگاتے ہین لیکن گہری نظر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہی کہ اس تشخیص کا سنگ بنیاد وہ تلازم ہے کہ جو مقدار حرارت اور پارہ کی رفتار مین پایا جاتا ہے اور یہ تلازم عقلی ہے جس کو ظاہری حواس سے کوئی تعلق نہین ہے -

اس تلازم کی بنا پر پارہ کی رفتار سے جسمانی حرارت کا پتہ لگانا اثر سے موثر کا ثبوت بہم پہونچانا نہین تو کیا ہے اور اسی کا نام برہان انی ہے ، لیکن

ہے اور اُسی کا اعتقاد وہ ہے جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔

ایک انسان جب مذہب کے دائرہ مین قدم رکھتا ہے تو اُسی وقت اُس غیبی طاقت کے سامنے سر جھکا دینا پڑتا ہے کہ جس کا مشاہدہ اُس نے بیداری مین کیا خواب مین بھی نہین کیا ہے اور نہ ہو سکنے کی توقع ہے لیکن فطری حیثیت سے اپنی رگ رگ کے اندر اُسکے اعتقاد اور کامل یقین کو بجلی کی طرح دوڑتے ہوے پاتا ہے، وہ اپنی زندگی اور زندگی کے ہر نفس مین اُس کے قدرت کی نشانیون کو مضمر پاتا ہے لیکن خود اُس کا نشان نہین ملتا۔ وہ آنکھ بند کر کے بھی اپنی دنیا کو اُسکے جلوون سے معمور دیکھتا ہے لیکن آنکھ کھول کر عالم کے چپہ چپہ کو ڈھونڈھ ڈالتا ہے اُس کا جلوہ کہین نظر نہین آتا وہ غیب ہے، اور مکمل غیب، وہ ایسا نہین کہ اپنی آنکھون نے نہ دیکھا ہو لیکن دوسرے لوگون سے اُسکے چشم دید معلومات بہم پہونچے ہون، ایسا بھی نہین اسلئے کہ اُسکے مشاہدہ جمال کی پابند یان کسی خاص آنکھ سے مخصوص نہین بلکہ اُس کا پردہ غیبت اتنا ہمہ گیر ہے کہ جس سے کوئی مستثنیٰ نہین ہے اُسکی غیبت کسی محدود وقت صدی دو صدی ہزار دو ہزار سال کی مدت سے مقید بھی نہین ہے کہ جسکے قبل اُسکے مشاہدہ کرنے والون کے بیانات نے اُسکے وجود کا پتہ دیا ہو بلکہ وہ ایسی غیبت ہے جو زمانہ کے ابتدا و انتہا کے حدود سے بالاتر ہے۔

عقیدۂ الوہیت کی منزل کو طے کرنے کے بعد اُسکی آنکھون کے سامنے شرائع و نبوات کا مرحلہ آجاتا ہی اور اُس مین مختلف راستون کو دیکھکر اُسکے لئے ناگزیر ہی کہ وہ کسی نہ کسی راستہ کا سالک ہوجائے ۔

انبیاؑ و مرسلین کا وجود اپنے اپنے زمانہ مین اگرچہ تعینات کا پابند اور حواس ظاہر یہ سے محسوس ہی لیکن آنے والی نسلون کے لئے وہ بھی غیب کی نوعیت رکھتا ہی اور اُس کا اعتقاد صرف مشاہدہ پر مبنی نہین ہی ۔

اسکے بعد انبیاؑ کے تعلیمات اور تبلیغی ہدایات اُسکے سامنے ایک وسیع میدان غیبی اعتقادات کا پیش کردیتے ہین ، حشر نشر جنت دوزخ حساب کتاب غرض یوم معاد کا عقیدہ جو اگرچہ کسی نہ کسی نوعیت کے ساتھ ہر مذہب مین پایا جاتا ہی لیکن مکمل طور پر اسلام مین پیش کیا گیا ہی وہ اپنے ساتھ غیبی باتون کے اعتقاد کا ایک بڑا مبسوط باب سامنے لاتا ہے جسکے تسلیم کرنے سے ایک پابند مذہب کے لئے گریز ممکن نہین ہی ۔

اسلامی کتاب محکم قرآن مجید کے تسلیم کرنے پر انسان کو مجبور ہونا پڑتا ہی کہ وہ ملائکہ کے وجود کا بھی اقرار کرے اور وہ عقول مجردہ نہین تو اجسام لطیفۂ نورانیہ ہین اور نظرون سے غائب ہین ۔

معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر ہے یعنی جو کسی غائب چیز پر ایمان کو اپنے ذوق مشاہدہ کے لئے ننگ سمجھتا ہو اُسے آخری نقطہ سے لیکر اول تک

تمام حقائق مذہب کا انکار ضروری اور دنیا کے تغیرات کو ذرات مادہ کے تفعلات کا نتیجہ سمجھنا لازمی ہے۔

لیکن لطف یہ ہے کہ مادیت کو اپنے درد کا مداوا سمجھ کر اختیار کرنا بھی غیب کے اعتقاد سے پورا چھٹکارا نہین دیتا، اسلئے کہ ذرّات مادیہ یعنی جواہر فردہ کے متعلق اُنکے ماننے والے خود معترف ہین کہ وہ بڑی سے بڑی خوردبین سے بھی دیکھنے کے قابل نہین ہین اور نہ ابتک اُن کا مشاہدہ ہوسکا ہی۔ اور اسی طرح طبیعت کی طرف لولگانے والون سے پوچھو کہ تم نے کبھی طبیعت کو دیکھا بھی ہے؟ تو جواب نفی ہی مین ملے گا۔

دنیا لاکھ حکم لگائے لیکن اسے غیب کے سامنے سرنگون ہونا ضروری ہی اور اس سے چھٹکارا ناممکن ہی۔ قرآن کریم نے صاف غیر مبہم لفظون مین غیب کے عقیدہ کو اہمیت دی اور ارشاد کیا۔

ذلك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون الصلوٰة ومما رزقناهم ينفقون۔

"یہ کتاب قرآن مجید بے شبہ ہے، وہ رہنما ہے متقین کا (متقین کون) وہ جو غیب پر ایمان لائے ہین اور نماز کو قائم کرتے اور ہمارے دئے ہوئے اموال سے زکوٰۃ دیتے ہین"۔

اس طرح ایمان کا رکن اعظم غیب کا اعتقاد قرار پایا اور وہی تمام اصول

عقائد کا سنگ بنیاد اور اصل و اساس ہی۔

اور اس بنا پر ایک صاحب مذہب اور ثابت العقیدہ مسلمان کو یہ حق نہین پہونچتا کہ وہ کسی حقیقت کا اس بنا پر انکار کرے کہ وہ آنکھون سے غائب ہے، جبکہ وہ کارساز عالم کے وجود کا اقرار کر چکا اور وہ غائب ہی انبیاء کی صداقت کو تسلیم کر چکا اور وہ اُسکی آنکھون کے سامنے نہین روز حشر اور اُسکے خصوصیات نیز جنت و دوزخ کا اقرار کر چکا حالانکہ وہ سب غائب ہین۔ ملائکہ پر ایمان لا چکا اور وہ اُسکی آنکھون سے غائب ہین۔ غرض قرآن مجید اور تعلیمات رسول کریمؐ کے تحت مین معلوم کتنی باتون پر اُسے ایمان لانا پڑا جو اُس کے مشاہدہ سے بلند ہین۔ اتنی غیبی باتون پر ایمان لانے کے بعد بھی کیا اس کا موقع ہی کہ وہ کسی عقیدہ سے اس لئے روگردانی کرے کہ وہ مشاہدہ سے خارج اور غیب پر مبنی ہے۔

غیب پر اعتقاد کا معیار

اس مین شبہہ نہین کہ ان دیکھی باتون کے سلسلہ مین توہم پرستیون کی کارفرمائی اکثر ایسے خیالات کا پابند بنا دیتی ہے جو بالکل بے بنیاد ہین اور کسی صحیح مستند پر مبنی نہین ہین۔ جاہلی عربون کے خرافات اور قدیم ہندوستانیون کے وہمی اعتقادات اور چینیون کے بے بنیاد توہمات مین اس قسم کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

اور اس لئے غیب پر اعتقاد کے سلسلہ مین دو باتون کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) یہ کہ وہ اعتقاد خلاف عقل یعنی عقلی نقطۂ نظر سے غیر ممکن الوقوع نہو خلاف عقل کے تحت مین وہی چیزین داخل ہوسکتی ہین جن کے ممتنع اور ناممکن ہونے پر عقلی دلیل قائم ہو لیکن صرف مقررہ نظام عادت کے خلاف ہونا اسکے محال سمجھے جانیکی سند نہوگا۔ کتنے حوادث زمانہ مین ایسے ہوتے رہتے ہین جو نظام عادی کیخلاف ہین اختراعات ایجادات کی کثرت روزانہ ایسے نمونے پیش کرتی رہتی ہے جن کا نام لینا ایک وقت مین مضحکہ خیز سمجھا جاسکتا تھا پھر جب انسان اپنے محدود آثار و افکار کیساتھ اپنی ذاتی موشگافی و بلند پروازی سے مقرر نظام طبیعت کے پردہ کو چاک اور شیرازہ کو منتشر کرسکتا ہے تو اس سے مافوق طاقت جو اس نظام عادی کی مقرر کرنے والی اور موجودہ مخترعات وصنائع کے اصلی مواد مین اس نظام کو توڑ دینے والے حیرت انگیز خواص و آثار کی ودلعیت کرنے والی ہے کب اس بات سے عاجز ہوسکتی ہے کہ وہ مخصوص مصالح کے تحت مین دنیا کے سامنے قانون عادت کے خلاف مظاہرات کی نمائش کرے معجزات انبیاء کا تعلق بھی ایسی ہی باتون سے ہوا کرتا ہے کہ جو مقررہ نظام دنیا کے خلاف ہین لیکن کسی عقلی بداہت یا نظریہ کے خلاف نہین ہین اور نہ اُنکے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم ہے۔

(۲) یہ کہ اُس اعتقاد کی حقانیت پر کوئی مستند عقلی دلیل یا نقلی کہ جسکا عقلیاً یقینی طور پر ثابت ہوگیا ہے موجود ہو اور چونکہ نقلی دلیل کی صداقت بھی آخر مین عقلی فیصلہ کی بنا پر پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے اسلئے کسی اعتقاد کی حقانیت کا انتہائی

مستند ہمیشہ عقل ہی جس میں شک شبہہ کی آلائش نہو۔

اس معیار کے مطابق کسی غیبی امر پر ایمان لانے والے اور اسکے منکر کے درمیان مین دو مطالبہ ہین جو تبادلۂ حقوق کے طور پر ایک کی جانب سے دوسرے پر عائد ہوتے ہین۔

منکر کی جانب سے تو اس مطالبہ کے پیش کئے جانے کا حق ہے کہ اس غیبی عقیدہ کا مستند کیا ہے اور کونسی عقلی و نقلی دلیل ایسی ہے جو اس عقیدہ کا پابند بنا سکتی ہو اور مدعی کی جانب سے اس مطالبہ کا حق ہے کہ یہ عقیدہ کس عقلی بداہت یا نظریہ کے خلاف ہو اور اسکے غیر ممکن الوقوع ہونے کی کیا دلیل ہے ؟

اگر فریق اول کو اسکے مطالبہ کا تسکین دہ جواب مل گیا یعنی اسکے سامنے ادلّہ و براہین کی صف بندی اس طرح ہوگئی جو اس عقیدہ کو پایۂ ثبوت تک پہونچانے کی ضامن ہو اور فریق ثانی کا مطالبہ پورا نہین ہوا یعنی اسکے غیر ممکن ہونے پر کوئی دلیل ٹھیک نہ ثابت ہوئی تو یہ اس غیبی اعتقاد کی صداقت و حقانیت کا مستند اور اسکی سچائی کا کمل ثبوت ہوگا۔

دنیا مین انکار غیب کے کرشمے

یہ تنگ خیالی نہین تو کیا ہو کہ انسان اپنی دنیا کو محسوسات مین محدود سمجھ لے اور محسوسات بھی وہ جنمین کوتاہ نظری کی حدبندیاں قائم ہین۔

تاریکی مین آنکھ کھولنے والا عالم کو سیاہی کا موجزن دریا اور اپنے ہی اپنے کو اُس کا شناور اور کال کوٹھری مین زندگی گذارنے والا دنیا کو کال کوٹھری کی چار دیواری کا نام خیال کرے۔

اسکے معنی یہ ہونگے کہ گولر کے کیڑون کی دنیا وہی گولر کی اندرونی فضا ہے اور بس۔ باوجودیکہ قوت عاقلہ جو نوع بشر کے لئے طرۂ امتیاز ہے اور جس کا کام نظر مین وسعت پیدا کر کے غیر محسوس اشیاء پر حکم لگانا اور محسوس جزئیات سے کلی صور کا جو اپنی کلیت کے ساتھ غیر محسوس ہین استخراج کرنا ہے وہ اس تنگ خیالی کی دشمن اور کوتاہ نظری کے لئے حریف مقابل ہے لیکن افراد بشر کے اوپر وہم کی کارپردازی اکثر عقل کی بلند نظری سے زیادہ غالب آجاتی ہے اور محسوسات کے ساتھ کامل انس و محبت اُس کو غیر محسوس حقائق کے باور کرنے سے روکدیتا ہے اور اس طرح حقائق غیب کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے۔

فلسفۂ مذاہب اور تاریخ ادیان کا مطالعہ اس کا اندازہ کراتا ہے کہ دنیا ہمیشہ طرح طرح سے غیب کی باتون کا انکار کرتی رہی، اُس کی طبیعت پر غیب کا اعتقاد اتنا گران محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی غیبی اعتقاد کے نقطہ پر بغیر ٹھٹکے ہوئے آگے نہین بڑھتی۔

پہلی منزل پر رُکنے کے بعد اگر قدم آگے بڑھ گیا تو ممکن ہے دوسری منزل قدم کو روکدے اور دوسری کے آگے تیسری منزل سنگ راہ ثابت ہو اور اگر

عقل نے یاوری کرکے لفظی حیثیت سے غیب کا اقرار کرادیا تو معنی کے اعتبار سے غیب کو شہود بنانے کی کوشش ضروری سمجھی گئی ۔

سب سے پہلے اولین نقطہ حقیقت یعنی غیب الغیوب حضرت احدیت کے وجود میں اختلاف پیدا ہوا، بہت سے لوگوں نے اس عالم کے لئے کسی خدا کے وجود ہی کو ضروری نہ سمجھا اور وہ چند فریق پر منقسم ہو گئے ۔

ایک وہ کہ جو اس عالم کو ذرات مادہ جواہر فردہ کے تفعلات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، اُن کا خیال ہے کہ وہ ذرات جن سے فضائے عالم مملو ہے ذاتی طور پر متحرک ہیں اور اُنہی کے ذاتی حرکات سے جو تصادم پیدا ہوتا ہے اُس سے تمام حادث ہونے والے اشیاء کی تخلیق ہوئی ہے ۔

دوسرے وہ جنھوں نے طبیعت کے دامن میں پناہ لی اور بےحس ولاشعور طبیعت کو اپنے درد کا درمان سمجھ کر بخیال خود غیب کے اعتقاد سے چھٹکارا حاصل کیا ۔

تیسرے وہ جنھوں نے حوادث کو اتفاقی اسباب کے حصول کا نتیجہ قرار دے کر اُنکے لئے کسی خاص علت العلل کے وجود سے انکار کیا ۔

بہت سے لوگ ایسے تھے کہ اُنھیں اس عالم کے لئے ایک خالق کا اقرار تھا لیکن عبادت کے لئے وہ اُسکے محسوس مظاہر کے جویا نظر آنے لگے ۔ کبھی ستاروں کی تابیدگی نے اُنکے دلوں کو لبھایا اور وہ ستارہ پرستی کی طرف متوجہ ہوئے کبھی آفتاب کی عظمت نے اُنکے وجدان کو مسخر کیا اور وہ آفتاب

سامنے سرنگون ہوے۔ کبھی آگ کی شعلہ وری اُنکی فریفتگی کا باعث ہوئی اور وہ اُسکے لئے سربسجود نظر آئے۔ انہین سب سے زیادہ لسیت فطرت وہ تھے جن کو عبادت کے لئے اپنے ہاتھ کے ترشے ہوے بت اچھے معلوم ہوے اور انھین اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرلیا۔

وسعت فکر نے ترقی کی اور خدائے برحق کے وجود کا اقرار ہوا لیکن مشاہدہ پرستی کے جذبہ نے ساتھ نہ چھوڑا اور اس جذبہ نے مختلف صورتین اختیار کین۔ خدا کے لئے مخلوق کے سے صفات، مخلوق کا سا جسم، مخلوق کے سے اعضا وجوارح تجویز کئے اور اُسے اچھا خاصہ آدمی بنا کر تخت سلطنت (عرش) پر متمکن بنادیا۔

خدا کے لئے ظاہری جسمون مین حلول کو جائز سمجھ کر عالم مادی مین اُسکی آمد ورفت کا دروازہ کھولا۔

خدا کو اپنی لاہوتیت سمیت ابن آدم (انسان) کے ساتھ متحد بنا کر اُسکو سولی پر چڑھایا جس سے وہ فریاد کرتا ہوا دنیا سے سدھارا۔

خدا کو ایک غیر محدود سمندر کے مثل قرار دے کر کائنات عالم کو اُس سے پیدا شدہ موجون،

برف کی چٹانون، اٹھے ہوے پھین کے مثل بتلا کر "ہمہ اوست" کے عقیدہ کی بنیاد ڈالی اور اس طرح جو کچھ نظر آتا ہے اُس سب کے خدا ہی خدا ہونیکا خیال قائم کیا۔ خدا کو باوجود جسمانیات سے منزہ ہونے کے ظاہری اقرار کے

قابل رویت قرار دیا اور خوش عقیدہ اشخاص کے لئے چودھوین رات کے چاند کی طرح اُسکے مشاہدہ کی اُمیدین باندھ دین۔

یہ سب نتیجہ ہے اس کا کہ طبیعت غیب کے اعتقاد پر جمتی نہین اگر عقل نے کافی طاقت کیبا تھ مغلوب کرکے نفی مطلق اور بالکلیہ انکار سے ہٹا کر اقرار پر مجبور کیا تو اُس غیب کے عقیدہ مین محسوسات پر قیاس کی آمیزش اتنی ہو گئی کہ غیب اپنی اصلی صورت پر باقی نہ رہا اور ایک نئی چیز ہو گئی جو خالق نہین بلکہ خود ان لوگون کے وہم اور خیال کی مخلوق ہے۔

یہی غیب کے اعتقاد سے اجنبیت تھی جس نے قوم موسی سے " یا موسی لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ " اے موسی ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائینگے جناب خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لین " کی آواز بلند کرائی اور نتیجہ مین صاعقہ عذاب سے جل کر خاکستر ہونا پڑا۔

اسی انکار غیب کے تحت مین حشر و نشر اور معاد و احیائے ثانیہ کے عقیدہ پر خط نسخ چلا اور اس کا صراحۃً یا اشارۃً انکار کیا گیا۔

کبھی انسان کی جزا و سزا کو تناسخ کی بنیاد پر مختلف قالبون کے تغیر و تبدل مین مضمر قرار دیا گیا اور اسکے آگے کسی روز جزا کی ضرورت نہ سمجھی اور کبھی ثواب و عقاب کو روح کے الائش بدن سے مجرد ہونے کے بعد اور اکات کے کامل ہونے سے اطاعت پر ابتہاج اور معصیت سے تألم کا نام قرار دیا گیا اور اُسکے آگے کسی جنت و

دوزخ کا وجود ضروری نہ سمجھا گیا۔

اور کبھی قیامت اور اسکے آثار کو تمامتر دنیا ہی کے تغیرات اور پیدا شدہ عظیم انقلابات کا نام بتلایا گیا۔

عقیدۂ غیب کے انکار نے اتنی ترقی کی کہ خود اپنے وجود کا انکار ہوا یعنی جسم کے اندر کسی روح مجردہ اور نفس ناطقہ کو کوئی شے نہ سمجھا گیا اور انسانی زندگی کو صرف اخلاط و اجزائے بدن کے فعل و انفعال اور پیدا شدہ مزاج کا نتیجہ قرار دے لیا گیا۔

اگرچہ مسمریزم اور تسخیر ارواح کے مظاہرات نے یورپ کے اندر تزلزل پیدا کر دیا ہے اور بہت سے افراد اب روح کے وجود پر ایمان لے آئے ہین لیکن اب بھی یورپ کی اکثریت انسان کیلئے مادی قویٰ و جوارح کے علاوہ کسی روح کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہین ہے۔

اوّل کا آخر سے تطابق

امام غائب کے وجود کا انکار

جب انکار غیب کے اتنے نمونے سامنے آچکے تو کوئی تعجب باقی نہین رہتا کہ امام غائب کے وجود مین عقول واوہام نے لغزش کی اور حضرت کی غیبت کا

انکار کیا۔

بالکل اسی طرح جیسے مبدأ اول کا انکار مختلف صورتین اختیار کرتا رہا اور اس نے رنگ رنگ کے لباس پہنے ویسے ہی امام غائب کے انکار کا عقیدہ جداگانہ شکلین اختیار کرتا رہا۔

بعض لوگون نے کسی مہدی موعود کے انتظار کو تسلیم ہی نہین کیا اور بعض نے اس کو تسلیم کرتے ہوے اسکے شخص معین ہونے سے انکار کیا بلکہ وہ اسے نوعی حیثیت سے ایک مصلح کے معنی مین سمجھے اور بعض نے اسکو شخص معین تسلیم کرنے کے بعد اسکے پردۂ غیبت مین موجودگی پر خط انکار کھینچا اور اس کو کسی آیندہ موقع پر موجود ہونے والا بتلایا اور بعض نے ایک ظاہر شدہ شخص کو مہدی موعود قرار دے کر اسی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

دو برس کا عرصہ ہوا کہ مصر کے رسالہ "سیاست" جلد ۲ نمبر ۹۶ مین ایک مضمون "زکی نجیب محمود" کے نام سے "مہدی منتظر، انکی نشو ونما اور اطوار" کے عنوان سے عربی مین شایع ہوا تھا جس مین مختلف توہمات کی بنا پر حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کے وجود پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی جس کا جواب اسی زمانہ مین شام کے معزز مجلۂ علمیہ "العرفان" مین شایع کر دیا گیا تھا، اس مقام پر اس مضمون کے بعض اقتباسات کا نقل کرنا خالی از دلچسپی نہوگا۔

مضمون نگار نے لکھا ہے "انسانی دور زندگی مین اکثر ایسی صورتین پیش

آجایا کرتی ہین کہ جماعت بندی اور افتراق و اختلاف کا غلبہ ہوتا ہی اُسوقت اکثر سادہ لوح حلقون مین اس خیال کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ عنقریب آسمان سے ایک شخص اُترے گا جو عالم کے نظام قانون کو مستحکم بنا کر بنی نوع بشر مین عدل وامان کا دور دورہ کردے، یہ سیدھی سادھی عقلین جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو آکھی قوت کی طرف لو لگاتی ہین اور یہ خیال کسی ایک طبقہ سے مخصوص نہین بلکہ یہود مسیحی، مسلمان فرقون مین برابر سے پایا جاتا ہے؛ یہ خیال بہت طویل زمانہ سے مسلمانون کی عقلون کو بازیچۂ اطفال بنائے ہوسے ہے یہانتک کہ آج بھی اکثر اشخاص کی عقل پہ پورا غلبہ رکھتا ہے "

یہ عبارت وہ ہی جس کو مضمون نگار نے اپنے آیندہ خیالات کی تمہید قرار دیا ہے، دور جدید مین دہریت و مادیت کے غلبہ نے جن توہمات کا ایجاد کیا ہے اُن مین سے ایک یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کو عالم کون و فساد کے طبعی تغیرات نے جب مرعوب بنا دیا تو دل کے بہلانے کے لئے عالم طبیعت سے ما فوق ایک خدا کا ماننا ضروری سمجھا گیا جس کی طرف شدائد او سختیون مین رجوع کرکے اُس سے نجات کی خواہش کی جائے اور سوائے دل کی ڈہارس کے لئے ایک سہارا پیدا کرنے کے اسکی کوئی حقیقت نہین ہو۔

اگر دیکھا جائے تو مضمون نگار کی مذکورہ بالا عبارت بھی اسی خیال کی

ترجمانی کر رہی ہے اور درحقیقت یہ بھی اُنھی آوازون کی صدائے بازگشت اور
اُسی تصویر کا نقش ثانی ہے۔

یہ ارباب دیانت جن کے عقائد کو مضمون نگار نے پیش کیا ہی خدائی قانون
کے پابند اور ایک شریعت کے پیرو ہین انھون نے اپنے روحانی رہنمایان ملت
کے واسطے سے ربانی بشارات وارشادات کی بنا پر اس اعتقاد کو قائم کیا ہی۔

کیا ان کے خیال کا مضحکہ اڑانا اصل مرکز حقائق مبدأ فیض خدائے وحد
کے وجود مین شک کا نتیجہ ہے یا انبیاء کی صداقت یا ان بشارات کے اُنکی زبان سے
صادر ہونے کے انکار کا ثمرہ ہی۔

اگر مبداء اول کے وجود مین جرح وقدح منظور ہے تو صاف طور سے اسکی
تصریح ہو جانا چاہیئے تاکہ ادلہ کی صف بندی مناسب طریقہ سے انجام پذیر ہو
اور کلام اپنے واقعی اصول ومبانی پر پیش کیا جائے اور یہی صورت صداقت
انبیاء کے انکار کی بھی ہے۔

رہ گیا اُن مستند انبیاء کی زبان سے ان بشارات واخبار کا صادر ہونا
اسکے اثبات کے لئے ہر مذہب اپنے معتبر ترین اسانید سے بہت کچھ پیش کر سکتا
ہے۔ اور ایک مسلمان کا فرض صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے نبی آخر الزمان کی
زبان سے مستند طرق کے ساتھ حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی خبر کو
ثابت کر دکھائین اسلئے کہ اسلام کے دونو فریق شیعہ سنی کی کتابین ان احادیث

سے مملو ہین ۔

مضمون نگار رقمطراز ہے کہ "ابتدا اس اعتقاد (اعتقاد مہدی موعود) کی حسین بن علی کی شہادت سے ہوئی جو ۶۱ھ مین کربلاے معلی کی زمین پر قتل کیئے گئے اور انکے قتل سے اسلام کو سخت صدمہ پہونچا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام اطراف ملک مین بغاوت پھیل گئی اور اضطراب پیدا ہوگیا، ایسی صورت مین فطری اقتضا اس کا تھا کہ لوگون کو خدا کی طرف توجہ پیدا ہو اور تھوڑے زمانے کے بعد یہ اعتقاد قائم ہوگیا کہ اس خلفشار کے دور کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہی جس کو خداوند عالم نے اپنی طرف سے مبعوث کیا ہو اور وہ امت کی ہدایت کے کام کو انجام دے مسلمانون کا یہ اعتقاد ہے کہ مہدی ایک مدت کی غیبت کے بعد ظاہر ہونگے یعنی اُنکی وفات نہین ہوئی ہے اور عبداللہ بن سبا ایک شخص جو عثمان کے زمانۂ خلافت مین مسلمان ہوا تھا وہ اٹھا اور اُس نے کہا کہ امام ثانی عشر شیعون کے ائمہ مین سے محمد بن الحسن العسکری (علیہما السلام) ہین، وہ اپنے گھر مین جو شہر حلہ کے اندر تھا سرداب مین داخل ہوے اور اُس مین غائب ہوگئے اور عنقریب آخر زمانہ مین ظاہر ہوکر زمین کو عدل والصاف سے بھر دینگے اور شیعون کی ایک کثیر جماعت نے اس شخص (عبداللہ بن سبا) کے خیال کا اعتقاد کر لیا اور یہ لوگ ابتک مہدی موعود کا انتظار کرتے ہین اور اسی لئے اُنکو منتظر کہتے ہین اور یہ لوگ ہر شب اُس سرداب کے دروازہ پر جہان انکے خیال مین امام کی

غیبت ہوئی ہے کھڑے ہوتے ہین اور آپ کا نام لیکر آواز دیتے ہین اور جب رات تاریک ہوتی ہے تو اپنے اپنے گھر واپس ہوتے ہین اور پھر دوسری رات کو اسی طرح جمع ہوتے رہین "

ہم نے اس پوری طویل عبارت کو صرف اس لئے نقل کر دیا کہ ناظرین کو اندازہ ہو کہ اسوقت شیعہ فرقہ کے متعلق دنیا مین کس قسم کے بے سر و پا خیالات کی اشاعت کی جاتی ہے، نیز اس عبارت مین جس صداقت وامانت اور واقفیت سے کام لیا گیا ہے اُس پر عالم مطبوعات کو افتخار کا موقع حاصل ہو سکے۔

کیا کہنا اس تاریخی اجتہاد کا؟! مضمون نگار کا خیال ہے کہ عبداللہ بن سبا جو عثمان کے زمانۂ خلافت مین مسلمان ہوا تھا اور جس کو علی بن ابیطالبؑ نے اپنے زمانہ مین یعنی ۴۰ھ سے پہلے کفر و غلو اور حضرت کے بارے مین الوہیت کے اعتقاد کی وجہ سے قتل کیا وہ ۲۶۰ھ کے بعد اٹھا اور اُس نے یہ اعتقاد شایع کیا کہ مہدی امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہین، کیا ایسی تحریرون پر تاریخ اور علم بلکہ شرف انسانیت آٹھ آٹھ آنسو نہ روتے ہونگے، اس کے علاوہ کون شخص نہین جانتا کہ ہمارے ائمہ معصومینؑ مین سے کسی بزرگ کا قیام کبھی حلہ مین نہین رہا اور نہ وہان ان حضرات مین سے کسی کا گھر ہے نہ سرداب بلکہ حلہ اُس زمانہ تک موجود بھی نہ تھا، امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کا قیام عباسی بادشاہی کی جانب سے حکم نظر بندی کی وجہ سے سامرہ مین رہا اور وہین ۲۵۶ھ مین امام مہدیؑ

کی ولادت ہوئی اور حضرت کے متعلق آخر مین جو واقعات پیش آئے اُن مین سے
یہ تھا کہ عباسی بادشاہ امام حسن عسکری ؑ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ
مہدی موعود کی جستجو مین مصروف ہوا اور اسی دوران مین ملازمین سلطانی
نے اُس سرداب کے اندر بھی ہجوم کیا جہان حضرت کا قیام تھا لیکن خداوندعالم
نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کو اُن کی آنکھون سے مخفی رکھا اور اس کرامت
باہرہ کی وجہ سے شیعون کی نظر مین اس سرداب کو اہمیت حاصل ہوگئی شیعون کا
اعتقاد یہ کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ روئے زمین پر موجود ہین لیکن حکم خدا سے
لوگون کی نظر مین آپکے مشاہدہ جمال سے قاصر ہین اور حضرت غائب ہین گے
یہانتک کہ خدا آپ کو ظہور کا حکم دے گا اس بنا پر شیعہ افراد جب امام علی نقی و
امام حسن عسکری سلام اللہ علیہما کے قبور مطہرہ کی زیارت کو سامرہ جاتے ہین
تو مذکورہ بالا کرامت کی یادگار مین تیمن و تبرک کے طور پر سرداب کی زیارت
بھی کرتے ہین جس مین رات دن کی کوئی خصوصیت نہین ، وہان نماز پڑھتے اور
جس طرح تمام مقامات مقدسہ اور مخصوص متبرک ایام مین جناب باری عزاسمہ
سے دعائین کرتے ہین اسی عادت کی بنا پر اس سرداب مین بھی خداوندعالم
سے ظہور حضرت حجت کی دعا کرتے ہین ۔

سابق زمانہ کے مصنفین اگر ناواقفیت کے باعث اس قسم کے امور سے
اپنی کتابون کے صفحات کو سیاہ کرین تو قابل تعجب نہین لیکن موجودہ زمانہ مین

جو روشنی کا دور کہا جاتا ہے اس قسم کے افترا پردازی کی نمائش بہت زیادہ قابل افسوس ہی۔ اگر کسی کو اسلامی عقائد یا حضرت امام مہدیؑ کی غیبت کے مسئلہ مین علمی حیثیت سے اعتراض ہو تو اس کو انکشاف حقیقت کے لئے سامنے آنا چاہیئے ہمارے پاس ادلۂ عقلیہ و نقلیہ کی کمی نہیں لیکن افترا و بہتان کے مظاہرہ کی کیا ضرورت ہے ۔

مضمون نگار نے امام مہدیؑ کے متعلق شیعون کے عقائد پر اظہار خیال کرتے ہوسے یہ بھی کہا ہے کہ " اس اعتقاد کا امت اسلامیہ مین ایک بہت برا نتیجہ جو ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ اکثر دجال سیرت اور دغاباز اشخاص کو اسکا موقع ملگیا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرین "

مضمون نگار کو ذرا سمجھ کر اعتراض کرنا چاہیئے ، یہ نتیجہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے خداوند عالم کے اعتقاد مین بھی پیدا ہوا ہے اس لئے کہ بہت سے انسانون نے اپنے متعلق الوہیت کا دعویٰ کیا یا دوسرے لوگون نے انکے متعلق الوہیت کا اعتقاد کر لیا اور ایسا ہی نتیجہ نبوت و رسالت کے اعتقاد مین بھی پیش آیا کیونکہ ابتدائے اسلام کے بعد مسیلمہ و سجاح وغیرہ نے دعوائے نبوت کیا اور نصاریٰ کے کتب عہدین مین بھی بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کا اشارہ موجود ہی لیکن اس قسم کے نتائج درحقیقت گمراہی اور دجال سیرتی کے نتائج ہین اس مین واقعات و حقائق کا کوئی قصور نہین ہے ۔

امام کی ضرورت، مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

وجود امام کے فوائد اور غیبت امام کے اسباب و اسرار

نبی کی ضرورت؟ یہی کہ نوع بشر اپنے اجتماعی و انفرادی نظام زندگی میں ایک قانون کی محتاج ہے وہ قانون اگر کسی غیر معصوم خطاکار انسان کے ہاتھوں پہونچایا جائے تو خود اسکی جانب سے اُس میں کتر بیونت کاٹ چھانٹ کا اندیشہ ہے اور صلاح کے بدلے فساد کا احتمال ہے۔ اس صورت میں دوسروں کو بھی ایسے شخص پر اعتماد کر لینے کی وجہ نہیں اور نہ سر تسلیم خم کر دینے کا کوئی باعث ہے۔ اگر اکثریت کا فیصلہ پورے طور پر حق و صداقت کا ذمہ دار ہوتا تو قانون شریعت کو اکثریت کے آراء پر چھوڑ دیا جاتا اور کسی خاص تشریع و قرارداد اور تبلیغ و تلقین کی ضرورت نہ پڑتی لیکن افسوس ہے کہ خطاکاروں کی اکثریت خطا سے بلند نہیں ہے اور اسلئے ضرورت ہوئی کہ وہ شخص جو قانون زندگی کا مبلغ ہو خدا کی طرف سے مقرر اور واضح نشانیوں کے ساتھ مبعوث ہو جو اسکے حقانیت کی دلیل ہو سکیں۔

پھر افراد نوع کی تلون مزاجی اور خواہش پرستی اس امر کی بھی ذمہ دار نہیں ہے کہ ایک مرتبہ صحیح تعلیمات حاصل کرنیکے بعد وہ پورے ثبات و استقامت کے

ساتھ اُن کو باقی رکھین ورنہ کسی ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بعد پھر دنیا کو کسی نبی کی ضرورت نہ تھی اور اس صورت مین ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کے مبعوث ہونے کی کیا ضرورت تھی ؟

قانون قدرت بدل نہین سکتا، نظام طبیعت پلٹنے کا نہین، امم سابقہ کی تاریخ کا مطالعہ کرو، اقوام عالم کے طبائع واخلاق کے انقلاب پر نظر ڈالو۔ ہر ہر زمانہ مین تجدید شریعت وارسال رسل کے فلسفہ مین تعمق کرو، کس طرح ایک نبی کے ہدایات اُسکے قوم مین تقویم پارینہ سمجھے جانے لگتے اور ایک دوسرے نبی کی بعثت سے تجدید شریعت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

یہ اُن انبیاء کا تذکرہ ہے جن کی شریعتین مقید اور جن کی نبوت محدود زمانہ کے ساتھ محدود تھی۔ آسان تھا ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کا مبعوث ہوکر اُسکی شریعت کے نقش کو از سرنو تازہ کر دینا اور دوسری شریعت کے ذریعہ سے نوع بشر کی ہدایت کا احیائے ثانیہ ہوجانا، یہی سنت الٰہیہ سابق زمانہ کی امتون مین برابر قائم تھی ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔

لیکن وہ نبوت جو صحیفۂ انبیاء کے لئے مہر اختتام اور جس کی خاتمیت کا اعلان ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے صاف و صریح ترین لفظون مین ہوچکا ہو جس کی انتہا انتہائے دور فلک کی ہمعنان اور جس کا امتداد امتداد عمر دنیا کا ہمنفس ہو یعنی اُس نبی کی نبوت جسکے بعد کوئی نبی

اور جس رسول کے بعد کوئی رسول آنے والا نہو اس نبی و رسول کے انتقال پر اُسکی شریعت کے لئے حافظ کی ضرورت ہی جو اُس شریعت کی نگہداری کرے اور اُسکو تغیر و تبدیل سے بچا سکے۔ اسی کا نام امام ہی اور وہی جانشین رسول اور خلیفۂ بالحق کہے جانے کا مستحق ہے۔

اگرچہ امام کی لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے وسیع ہی، امام کے لغوی معنی پیشوا کے ہین اور اسی حیثیت سے جماعت مین نماز گذاردن کے مقتدا کو امام کہا جاتا ہے لیکن جناب اقدس الٰہی کی قرارداد کے مطابق امامت ایک خاص منصب اور مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے انتخاب سے قابلیت و استعداد کا لحاظ رکھتے ہوے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کسی منصب و عہدہ کی حقیقت و ماہیت کا سمجھنا ناممکن ہی اسلئے کہ اُسکی اصلیت قرارداد و اعتبار کی پابند ہی اور اُسکے آگے کوئی ماہیت نہین ہوتی۔ بیشک باعتبار لوازم و آثار کے اُس کا سمجھنا ممکن ہوتا ہی۔

امام[ع] درحقیقت خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق بنا کر کھڑا کیا جاتا ہی، وہ حضرت اقدس تعالیٰ عز اسمہٗ کی طرف سے ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے

ع مذکورہ ذیل بحث کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر ۲" مطبوعۂ الواعظ پریس لکھنؤ۔

پیش کیا جاتا ہی کہ لوگ اُسکے قدم بقدم چلین، اُسکی بات کو سنکر عمل کرین، اُس کے ہر طرز عمل کی موافقت کرین اور اُسکی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھین - جو شخص نبی یا رسول ہو اُسکے لئے امام ہونا ضروری نہین اور جو امام خلق قرار دیا جائے اُسکے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہین ہی، ہان یہ ممکن ہی کہ باری تعالیٰ کسی کامل ترین ہستی مین نبوت رسالت امامت سب کو جمع کردے -

امام اگر خود نبی و رسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونے کی حیثیت سے تبلیغ احکام شریعت کریگا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی ہستی کو حاصل ہی جو اس سے افضل رسول و نبی و امام کی موجودگی مین اُسکے زیر حکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہی تو اُس پیغمبر کی وفات کے بعد اس ہستی کا پیشوائے خلق ہونا ضروری ہی اور خلافت و نیابت کے لباس مین یہ امامت ظاہر ہوگی اور امامت کی اس مخصوص قسم کو خلافت و جانشینی اور وصایت کے الفاظ سے یاد کرنا صحیح ہی اور یہی وہ ہے کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہے -

امام اور بالفاظ دیگر حافظ شریعت کا تقرر اگر باہمی پنچایت اور انتخاب خود اختیاری و کثرت آرا کی بنا پر ہو تو اس حافظ و نگہبان کی ضرورت ہی باقی نہین رہتی - خود شریعت کے بارے مین اکثریت جس طریقہ پر جائے گی وہی حق سمجھا جائے اگرچہ وہ شریعت کی تبدیل و تحریف اور اُسکی تراش و خراش ہی کیون نہو -

اور اگر نظام شریعت پر عملدرآمد کے بارے مین اکثریت سے غلطی کا احتمال ہے تو حافظ شریعت کے انتخاب مین بھی اس غلطی کا امکان بہت زیادہ ہے۔

ملکی و ملی عہدون کے انتخابات اور انکے نتائج ہمارے سامنے ہین اور ہر شخص اس سے واقف ہے۔

بیجا رو رعایت، جانبداری، بے انصافی، تقاضائے مروت اور آپس کے تعلقات، موجودہ منافع اور آیندہ کے توقعات، جھوٹے مواعید کا فریب اور بے حقیقت طفل تسلیان، ذاتی نفوذ و اقتدار اور حکام کی بارگاہ مین بے حقیقت اثر و رسوخ، ظاہری تزک و احتشام اور ملمع کار وجاہت و اعزاز یہ چیزین وہ ہین جو اقلیت کو اکثریت مین تبدیل کر دینے کے کامیاب ترین ذرائع ہین اور اکثریتون کی تشکیل اکثر و بیشتر انھی بنیادون پر ہوتی ہے پھر اگر امام بھی ایسا ہوا جو خود جائز الخطا ہے اور جس سے غلط کاری اور تلبیس و تدلیس کا احتمال ہے تو حفظ شریعت کے بجائے خود اسی کے ہاتھون شریعت اسلام خطرہ مین اور احکام مذہب معرض زوال مین ہونگے اور جو مقصد حافظ شریعت کا تھا وہ نیست و نابود ہوگا۔

ایسا ہی منظور ہوتا تو خدائے تعالیٰ کے لئے نبی کا تقرر اپنے ہاتھ مین رکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، اور جبکہ نبی کی تعیین مذکورہ سابق وجوہ کی بنا پر جناب باری عزاسمہٗ کی طرف سے ضروری ہوئی تو یہی ضرورت بالکل اس امر کی بھی ہے کہ

امام کا تقرر خطا کار انسانوں کے ہاتھ میں نہو۔

اسی بنا پر فرقہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ نصب امام اور ایسے شخص کا تقرر جو اپنے علمی کمالات اور ظاہری و باطنی صلاح اور ناقابل زوال مقدس اوصاف کی جہت سے امامت عظمیٰ کے لائق ہو صرف خداوند عالم عز اسمہ کی جانب سے ہو سکتا ہے اور وہ یقیناً ایک ربانی پیغام کے ذریعہ سے ہونا چاہیے جو رسول ص کی زبانی امت تک پہونچا ہو۔

اسکے ثبوت میں قرآن کی یہ آیت کافی ہی۔ ابراہیم خلیل سے خداوند عالم کا ارشاد انی جاعلک للناس اماما، آپکی عرضداشت ومن ذریتی جناب باری کا جواب لاینال عهدی الظالمین صاف طور سے بتلاتا ہی کہ امامت دینیہ اور روحانی ریاست خدا کا عہد اور اُس کا مقرر کردہ منصب ہی اور وہ کبھی ظالمین تک نہیں پہونچ سکتا بلکہ مذہبی صلاح اور مصالح بشر کا لحاظ کرتے ہوئے جو شخص ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہو وہ اسکا مستحق ہے اور وہ ایسا ہی شخص ہوگا جو علم باری میں نہ کسی دوسرے شخص پر ظلم کرنے والا اور نہ حدود خدا سے تعدی کرنے کی وجہ سے اپنے نفس پر ظالم ہو (ومن یتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون) معیار عقل کی رو سے امامت مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہی، امامت کسی محدود جماعت یا مخصوص فرقہ شہر یا صوبہ کی حکومت و سلطنت نہیں ہی بلکہ وہ تمام امت کے مصلحت و انتظام

کی ذمہ دار ہی اور جہان جہان تک کسی شریعت کا دامن وسیع ہو امامت کو وسعت حاصل ہوگی، وہ ایسا منصب ہی جسکے سبب سے یتیم بچہ بیوہ کمزور اور مظلوم غنی، فقیر، قوی ضعیف سب کو برابر فائدہ پہونچے اور عالم مین بشری نظام خدائی منشا کے مطابق پورے طور پر درست ہو اگر امامت ایک ایسے شخص کے سپرد کر دی گئی جو خود خواہشات نفس کا پابند ہی تو اس سے خود دوسرون پر ظلم و ستم کا اندیشہ ہی چہ جائیکہ اُس کے ذریعہ ظالم و مظلوم مین پورے طور سے انصاف کا فرض انجام پائے۔

لہٰذا یہ غرض اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب اُس کا تقرر اُس علام الغیوب ہستی کے سپرد کر دیا جائے جو بنی نوع بشر کے باطنی رموز و نیات سے پورے طور پر واقف ہی، اس سے بڑھکر مصالح عامہ کا لحاظ کیونکر ہو سکتا ہی۔

درحقیقت یہ اصول کہ امامت کے انتخاب کو رسول ؐ کے واسطہ سے حضرت باری عز اسمہٗ تک منتہی ہونا چاہیئے مکمل طور سے جمہوریت و مساوات پر مبنی ہی، درحقیقت حاضر و مستقبل مین بشری مصالح کی نگہداشت اور تمام طبقات بشر کے مساوی طور پر حقوق کی حفاظت جو الٰہی لطف و عدل و حکمت کی روشنی مین انجام پائے اور جس مین دہوکے دھڑی، مکر و فریب، تعصب و استبداد، حق تلفی و ناحق کوشی، اہل حل و عقد اور امت کے نمایندون مین اہل تدلیس و نفاق کے مداخلہ اور آزادی رائے کے نام سے کمزور افراد

کے اختیارات سلب کرنے اور جبر و قہر سے اُن کے زبان بند کرنے کا امکان نہو اس سے بڑھکر ہو نہیں سکتی۔

انسان نقائص کا مجموعہ اور کمزوریوں کا مجسمہ ہی، بڑے بڑے ذمہ دار افراد اُن کمزوریوں سے بلند نہیں ہین جو انسانی جذبات کے تحت مین عام طور پر پائی جاتی ہین، حکومتوں کے نظم و نسق مین جو تمام تر آئین پر مبتنی ہوتا ہی انتہائی درجہ تک لیے آہنی صرف کی جاتی ہے لیکن اُس بے آہنی کو کھینچ تان کر آئین ہی کے سر منڈھا جاتا ہے۔

پھر اگر امامت و خلافت بھی ایسی ہی خود ساختہ کارروائی کا نتیجہ ہی تو اُسکے لئے ایک شخص کا امام و خلیفہ نام رکھکر اُسکے افعال کی ذمہ داری اسلام کے سر تھوپنے کی کیا ضرورت ہی بلکہ اس غرض کے لئے دنیاوی بادشاہان اور سلاطین کے اصول و قوانین بہت کافی ہین۔

لیکن اگر امامت کوئی ایسی چیز ہے جس سے حقیقی معنی ہین مفاد اسلام کا تحفظ منظور ہے تو اُسکو ایسا ہی ہونا چاہیئے جو ان کمزوریون سے علیحدہ ہو۔

شیعون نے امامت کو خداوند عالم کی مرضی پر منحصر قرار دیکر امامت کے پایہ کو بلند سے بلند تر بنا دیا ہی جس سے بڑھکر مصالح عامہ کے لحاظ کا کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں ہے۔

کیا اس مین کوئی شبہہ ہی کہ خدا مخلوق کے مصالح کی خود مخلوق سے زیادہ

نگہداری کرسکتا ہے ۔

اُس کا علم و حکمت محیط اور خود وہ تمام اغراض ذاتیہ سے مبرا و منزہ اور اپنے بندون کے حال پر رحیم و مہربان ہی، امام کا انتخاب اُسکے ہاتھ مین ہونا خود تمام افراد بشر کے مصالح کی حفاظت اور حاضر و مستقبل مین امام و ماموم کے فرائض کی نگہداشت کے لئے کافی ہے اور جتنے حکم و مصالح فرض کئے جاسکتے ہین وہ اس مین مضمر پائے جاتے ہین ۔

وہ جہالت، فریب، ریاکاری، ہٹ دھرمی، خود غرضی، سخت گیری، حق تلفی، ناحق کوشی، جانبداری، جانبازی، اور اس طرح کے تمام بشری نقائص سے بری ہے جو ایک فیصلہ کو نقطہ حقیقت سے دور پھینک دینے کے ذمہ دار ہین ۔

پھر کیا یہ صحیح نہین ہے کہ شیعون کے مقرر کردہ اصول کے مطابق امامت اصلاح بشر اور رعایت حقوق عامہ اور ظالم و مظلوم مین انصاف خواہی کے لئے نقطۂ کمال پر فائز اور مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہے، ایسا امام جس کو نظر احدیت نے منتخب کردیا ہو یقیناً اس قابل ہے کہ اُسکے سامنے تمام افراد امت کی گردنین خم ہوجائین اور کسی کو ایراد و اعتراض کی گنجائش نہو ۔

کیا ایسے امام کو ہر زمانہ مین موجود رہنا چاہیئے ؟ بیشک موجود رہنا چاہئے اسلئے کہ ضرورت اُسکی ہر زمانہ مین موجود ہی ۔ شریعت اسلام اگر کسی خاص

جزو زمانہ سے محدود ہوتی تو حافظ شریعت کا وجود بھی اسی خاص جزو کے ساتھ مخصوص ہوتا لیکن جبکہ شریعت کا دائرہ وسیع اور آخری حدود دنیا تک پہونچا ہوا ہے تو اُسکی حفاظت کا سامان بھی آخر تک ہونا ضروری ہے۔

بیشک حفاظت ملت اور رہنمائی امت کا فرض ادا کرنے کی صورتین دو ہین - ایک ظاہری طور سے جس کی پشت پر حکومت کا اقتدار اور سلطنت کا جاہ وجلال موجود ہو اور دوسرے مخفی طور سے جس مین کار ہدایت پردہ کے اندر انجام دیا جاتا ہے۔

پہلی صورت یقیناً مقصد کے حصول مین پورے طور پر کامیابی کا واحد ذریعہ ہے لیکن جب عام افراد کا جذبہ اقتدار پسندی اس غرض کے حصول مین سد راہ ہو جائے تو قدرۃً امام کا فرض دوسرے جزو کی طرف منتقل اور فریضۂ ہدایت کا پردہ کے اندر ادا ہونا ضروری قرار پاتا ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عام افراد نے ایک دن بھی امت کے مقصد کو پہلی صورت سے حاصل نہین ہونے دیا، ائمہ ہدایت جو حقیقی معنی مین جانشین رسول اور رہنمائے مذہب تھے انھون نے ہدایت کے کام کو ہمیشہ پردہ ہی مین انجام دیا اور کبھی دنیا نے اُن کو کھلی فضا مین آنے نہین دیا۔

اس معنی سے تو ۲۶۰ھ کے پہلے بھی غیبت ہی تھی فقط ہر زمان کا امام اپنی حقیقی روحانیت اور صفت امامت کے ساتھ عام نظروں سے اوجھل رہ دنیا

کی آنکھون سے پوشیدہ تھے لیکن وہ طرح طرح کے پردون مین بھی ہدایت کے فرض کو انجام دے رہے تھے -

سنہ ۱۱ھ کے بعد ہی جبکہ رسول اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اور مسلمانون مین اختلاف کی بنیاد پڑی اور انصار کے مقابلہ مین کامیابی کا سہرا مہاجرین کے سر بندھا اور وصی برحق و امام مطلق (علی بن ابیطالب علیہ السلام) نے ایک مرتبہ اعلان حق کر کے ان تلخ تجربون کو اٹھا لیا جن پر تاریخ کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہے - بس وہی تاریخ تھی کہ جس کے بعد امامت حقیقیہ پردۂ غیبت مین مستور ہوئی -

اس سلسلہ کی فرد اول امیر المومنین ؑ نے ۲۵ برس اسی پردہ مین گذار کر ہدایت امت اور نصرت اسلام کے فرض کو انجام دیا ؛

اُنھون نے عام مسلمانون کی ایک فرد بنکر، اجرت و مزدوری مین بسر کر کے یہود کے باغون مین آب کشی کر کے فتوے دیے، قضایا کا فیصلہ کیا، مشکل مسائل حل کئے، سلاطین وقت کو مفید مشورے دئے اور غلطیون پر تنبیہ کیا خطاء اجتہادی کی زد مین آ کر جانے والی جانون کی حفاظت کی اور لولا علی لھلک عمر کا اعتراف حاصل کیا -

شورش انگیز تحریکون کو جو وقار اسلامی کو صدمہ پہونچانے کا باعث تھین خلیفہ عہد کو ناصحانہ مواعظ اور شورش انگیزون کے سامنے خلیفہ کی

جانب سے قول قرار کرکے دبایا، یہ دوسری بات ہے کہ نتیجہ مین حالات سازگار نہوے اور ذمہ داران حکومت کی پے در پے غلطیون نے پیمانہ کو چھلکایا اور اس طرح کہ اُسنے خلیفہ مسلمین کی کشتی حیات کو غرق کر دیا۔

صورت حال مین انقلاب ہوا، خلافت نے اپنے اصلی مرکز کی طرف رخ کیا اور مسلمانون کی گردنین اُس طرف جھکین جہان اسکے بہت پہلے انھین جھکنا چاہیئے تھا۔

ظاہری اعتبار سے یہ امامت حقہ کے ظہور کا وقت ہے اور پردۂ غیبت کے چاک ہونے کا زمانہ ہے لیکن درحقیقت یہ نظر کی غلطی اور خیال کی لغزش ہے علی کی خلافت کو اس موقع پر تسلیم کرنے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے جو ۱-۲-۳ کے بعد آپ کو چوتھا درجہ عطا کرتے تھے اور اس بنا پر اسکو کسی نص نبوی اور حکم الٰہی کے تحت مین سمجھنا انکے لئے ممکن نہ تھا۔ وہ اس بادشاہت کو بھی اسکے قبل کی تین حکومتون کے مثل مسلمانون کی ظاہری شیرازہ بندی و تنظیم کا ذریعہ خیال کرتے اور اُس کو باہمی سمجھوتہ، انتخاب اور یکجہتی و اتفاق کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

علی ابن ابیطالبؑ کا اس خلافت کو منظور کر لینا بھی درحقیقت ایک پردہ تھا جس کے پیچھے وہ اپنی امامت حقیقیہ کے فرائض کو عمل مین لانا چاہتے تھے جس مین وہ ایک حد تک کامیاب ہوے۔

ان پردون مین رہ کر جو زندگی کے مختلف دوروں مین مختلف صورتین اختیار کرتے رہے ہین یعنی علی کبھی ناصح کے لباس مین ہین اور کبھی مشیر کے، کبھی قاضی اور کبھی مفتی، کبھی سفیر مصالحت اور کبھی سربراہ حکومت علیؑ نے سچے تعلیمات کے مجسمے پیش کئے اور خصوصیات اسلام کے مکمل نمونے، انھون نے زندگی کے ہر شعبہ مین اپنے حکیمانہ ہدایات سے روح پھونکی اور فلسفۂ زندگی کے مشکل مسائل کو کامل طور سے حل کیا۔

انھون نے تہذیب اخلاق کی تصویرین پیش کین، تدبیر منزل کے حدود قائم کئے، سیاست مدن مین انصاف وعدالت کے دائرے کھینچے، عدل ومساوات کے معنی سمجھائے، بادشاہ ہوکر فقیرون کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کیا اور دنیا کی باجبروت وطاقت ور ہستیون کے غرور وتکبر کو تنبیہی ٹھوکر لگائی، مال ودولت پر قابض ہونے کے بعد محتاجون کی زندگی بسر کی اور اپنے ہر ذاتی سرمایہ کو مساکین کی نذر کرکے ارباب ثروت وتونگری کو بے مایہ افراد قوم کی حالت کا درد آشنا ہونا سکھایا،

انھون نے حجاز وعراق کے بادشاہ ہونیکے وقت مین کبھی میثم تمار کی دوکان پر بیٹھنے کو اپنے لئے کسر شان نہین سمجھا اور یون قوم کے اعلیٰ سفید پوش طبقہ کو تجارت کی طرف مائل کرتے ہوئے دوکانداروں اور تجارت پیشہ افراد کے عزت واحترام کا اشارہ دکیا۔

انھون نے انہی پردون مین علوم و معارف کے دریا بہائے، تفسیر قرآن کے باریک نکات کو واضح کیا، فقہ کے مشکل مسائل کو حل کیا، علم کلام کی پیچیدگیون کو سلجھا کر مبدأ و معاد کی حقیقت سے آشنا کرایا اور اس طرح کتنے فوائد تھے جن کو پہونچا دیا لیکن اپنے روحانی اقتدار کے ساتھ پردہ ہی مین رہکر علی بن ابیطالب امامت حقہ کی ذمہ داریان حسن مجتبیٰ کے سپرد کرکے خود عالم جاودانی کی طرف روسیار ہوے اور امام حسن سے حالات کا تقاضا ہوا کہ وہ اُس مجازی خلافت کو جو ہمارے سابقہ بیانات کے مطابق پہلے ہی ایک نقاب یا حجاب سے زیادہ اصلیت نہ رکھتی تھی امیر معاویہ کے سپرد کردین، انھون نے ایسا ہی کیا، امامت حقیقیہ کہ جو اب تک ظاہری حکومت کے لباس مین کارفرما تھی اپنے پردۂ غیبت کو تبدیل کرکے صلح کے حجاب مین مخفی ہوئی اور دس برس اُنہی شرائط صلح کے ماتحت کامل رواداری کے ساتھ غیر محسوس طریقہ پر اُسکے روحانی فیوض و برکات جاری رہے اور حسن مجتبیٰ کے بعد حسین بن علی بھی دس برس بھائی کے نقش قدم پر گامزن اور ظاہری قرارداد مصالحت کے پابند رہے۔

لیکن ایک دفعہ صورت حال مین انقلاب ہوا، امیر معاویہ کے بیٹے بعد یزید کو [illegible] جب [illegible] یزید نے بنیاد مصالحت کو کھلی ہوئی صورت پر پامال کردیا اور یزید کے اعمال و افعال، شرمناک اخلاق و عادات نے اسلام

کی بنیادون کو متزلزل کیا،

کون چیز تھی جو ایسے آڑے وقت اسلام کی حفاظت کا فرض انجام دیتی؟ بیشک وہ امامت حقہ ہی تھی جس نے ایسے مشکل ترین وقت مین اپنے مقصد اصلی کو پورا کیا۔

لیکن وہ پردون مین تھی، اُسکے حجاب اسوقت اپنی نوعیت مین منفرد تھے۔ مظلومیت، شہادت، صبر و تحمل، ثبات و استقلال، عزت نفس، خودداری، حق وصداقت کی حمایت اور غرور باطل کا مقابلہ، ظاہری جاہ وجلال سے بے خوفی اور اعلاے کلمۃ الحق مین بے جگری سے قربانی، یہی وہ پردے تھے جن کے اندر امامت اپنا فرض انجام دے رہی تھی اور وہ اتنے کامیاب طریقہ سے انجام پایا کہ قیامت تک کیلئے اسلام کو زندہ کر گیا، اور جب تک دور فلک مین اسلام کا نام ہے اُس کا تذکرہ بھی ساتھ ہے۔

دور ختم ہوا اور امامت نے منزل بدلی یعنی وہ امام زین العابدینؑ کی طرف منتقل ہوئی، کیا یہ غیبت کبریٰ کا زمانہ نہ تھا؟

امامت پر اتنے تاریک وتنگ پردہ پڑے ہوے تھے جن کے اندر سے اُسکے جمال حقیقت کی زیارت مشکل نہین بلکہ ناممکن تھی، قید، اسیری، دست وپا کے غل وزنجیر، گلے کا طوق، کوفہ وشام کے بازار اور ابن زیاد ویزید کے دربار۔ اتنے پردون مین رہ کر بھی امامت اپنا کام کر رہی تھی،

تبلیغ مذہب کا فرض انجام پا رہا تھا اور ایسا کہ جس کی نظیر ناممکن، بیشک اُسی کا نتیجہ تھا کہ یزیدی تختۂ حکومت اُلٹا اور اس طرح کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور حسینی مشن دنیا کے سیکڑون انقلابات کے باوجود ابتک قائم ہی اور روز افزون ترقی حاصل کرتا ہی۔ درحقیقت اس مین حسینی کارنامون کے ساتھ سید سجادؑ اور اُنکے ہمراہی پردگیان عصمت کے عظیم جہاد کو جو اُنھون نے اسیری کی صورت مین انجام دیا بہت بڑا دخل ہی۔

مدینہ سے واپسی کے بعد بھی سید سجادؑ کی بقیہ زندگی بالکل خاموشی مین گذری اور امامت کے تجلیات گوشہ نشینی و انزوا کے پردون مین مخفی تھے، اُنھون نے ایک مصیبت زدہ دن رات گریہ وزاری مین بسر کرنے والے اور عبادت الٰہی مین گوشت کو پوست اور جسم کو مشت استخوان بنا دینے والے عابد کی حیثیت سے عمر گذاری اور آخر ۹۵ھ مین انتقال کیا۔

اب امام محمد باقرؑ اور اُنکے بعد امام جعفر صادقؑ کا دور ہی، یہ دونو دور بیشک ایسے ہین جن مین امامت عظمیٰ کو بڑے درجہ تک ظاہر کہا جا سکتا ہی اسلئے کہ شیعون کی تعداد بہت زیادہ اور ان دو حضرات پر تقیہ کی پابندیان بھی کم عائد تھین لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام نظرون سے امامت مخفی ہی تھی۔

ان دونون بزرگون کی حیثیت عام افراد کے سامنے عظیم المرتبہ فقیہ کی

تھی اور سنن عالم کی حیثیت سے اُنکے اقوال کو عزت کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا بیشک یہ پردہ اتنا ہلکا تھا جس سے چھن چھن کر امامت کی شعاعین بہت تیزی سے نکل رہی تھین اور اس طرح امامت کے فیوض و برکات بہت زیادہ منتشر ہوے اور معارف حقہ کی اشاعت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔

اب آیا امام موسیٰ کاظمؑ کا زمانہ، اللہ اللہ اس دور مین تھا زمانہ جفا و تعدی اپنے پورے جاہ و جلال پر تھی، امامت کو تاریک سے تاریک تر پردون مین مخفی ہونا پڑا، بغداد کے سیاہ و تار قیدخانے، زنجیرون کے حلقے اور ظالم و غیر رواداد اشخاص کی حراست و مضبوط پہرے، لوگون کی آمد و رفت کا سلسلہ موقوف اور ملاقات ممنوع یقیناً یہ بھی غیبت کا زمانہ تھا اور بڑی غیبت کا یہان تک کہ امام کا نام بھی پردۂ غیبت مین لیا جانے لگا اُس زمانہ کے روات آپ کے نام کی تصریح کرنے مین اپنی زندگی کے لئے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اُن کو آپ سے روایت کے لئے العبد الصالح، الرجل، العالم کے الفاظ کی تلاش کرنا پڑتی تھی اور جوامع حدیث مین ان روایات کا کافی ذخیرہ موجود ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ اتنے پردون کے باوجود امامت کے فیوض پہونچ رہے تھے اور دنیا اُس سے مستفید تھی۔

امام رضا علیہ السلام کا زمانہ آیا، ظاہری طور پر حضرت کے لئے بڑے

اعزاز اقتدار خاطرداری کا زمانہ ہے لیکن امامت پر بڑا گہرا پردہ پڑا ہوا ہے وہ مامون الرشید کی ولی عہدی، ہان اس پردہ مین امامت کے فیوض بہت کامیابی کے ساتھ منتشر ہوے اور لوگون کو صحیح ہدایات اور ربانی علوم و برکات سے مستفید ہونے کا کافی موقع ملا لیکن اس کا زمانہ کم تھا اور ایک محدود مقدار مین ختم ہو گیا۔

امام محمد تقی ؑ کے لیے سلطان وقت کی دامادی کسی شرف کا باعث نہ تھی لیکن حجاب غیبت کا ایک انداز یہ بھی تھا جس کے سلسلہ مین دربارون کے اندر فقہائے عصر سے مباحثے ہوے، مشکل مسائل کو حل کیا گیا اور دشمنون سے سرِ تسلیم خم کرایا گیا اور اس طرح روحانی کمالات کا سکہ قائم ہوا، صحیح اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت ہوئی جو امامت کا واحد مقصد تھا۔

ام الفضل دختر مامون الرشید سے امام کا عقد لوگون کے لیے اس امر کا ذریعہ بھی تھا کہ دنیاوی ظاہری جاہ و جلال کے اسباب ان حضرات کے اصول زندگی مین کوئی تغیر پیدا نہین کرتے۔ وہی سادگی، وہی تواضع، وہی اخلاق اور مروت، اس ظاہری اقتدار کے عالم مین مہانون کے لئے عمدہ سے عمدہ اور لذیذ غذائین موجود رہتی تھین لیکن آپ نے اپنا معیار زندگی جو کی روٹی اور سرکہ و شہد پر باقی رکھا۔ دارالخلافت بغداد کے آٹھ سال زمانہ قیام مین مرجعیت کا یہ عالم تھا کہ تیس تیس ہزار سوالات پوچھے گئے ہین اور

آپنے نہایت استقلال سے انکے جوابات دیے ہیں۔

دسواں دور آیا اور خلافت حقہ کی ذمہ داریاں امام علی نقی ع کے متعلق ہوئیں، ابتدائی قیام مدینۂ منورہ میں تھا اور امامت پردہ میں لیکن اسکی اتنی بھی جلوہ آرائی جو تھی زمانہ کی افتاد طبع کے خلاف ہوئی۔ بادشاہ وقت متوکل عباسی کے اصرار سے آپ کو مدینۂ رسول چھوڑکر دار الخلافۃ سامرہ میں آنا پڑا اور پوری عمر جلاوطنی و نظر بندی میں گذاری جس میں طرح طرح کے روح فرسا مصائب آپ کے لئے پیش تھے۔

ایسے خطرناک وقت میں بھی آپ نے اپنے فرض کو مجیر العقول طریقہ پر انجام دیا، متوکل کو خبر پہونچا کہ علی بن محمد کے گھر میں اسلحہ جنگ ہیں اور شیعوں کا اجتماع ہے اور حکومت وقت کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں اور اسکا تاریک رات میں دوڑ بھیجنا کہ وہ بلا اطلاع حضرت کے گھر کی تلاشی لے اور وہاں گزشتہ واقعات کا بے اصل ثابت ہونا اور حضرت کا فرش خاک پر بالوں کا لباس پہنے عبادت الٰہی میں مصروف پایا جانا لیکن اسی حالت میں حضرت کو متوکل کے پاس آیا جانا اور اس موقع پر متوکل کا شراب نوشی میں مصروف ہونا اور حضرت کے سامنے کمال جرأت سے جام شراب کا پیش کرنا اور حضرت کا معصومانہ صداقت کیسا نغر عذر کرنا کہ یا امیر المومنین ماخامر لحمی ودمی قط" اے خلیفۃ المسلمین یہ تو آج تک کبھی میرے گوشت وخون میں شریک

نہین ہوئی ہے" متوکل کا اس عذر کو قبول کر کے آپ سے کچھ اشعار پڑھنے کی فرمائش کرنا اور آپ کے انکار کے باوجود مجبور کرنا جس پر حضرت کا موقع کو غنیمت جان کر ان اشعار کو پڑھنا

باتوا علی قلل الاجبال تحرسهم غلب الرجال فما اغنتهم القلل

"دنیا کے طاقت ور افراد بڑے بڑے بلند پہاڑوں کی چوٹیون پر مکان بنا کے حراست کے واسطے مضبوط پہرہ دن کو بٹھلا کر رہے لیکن (انکو اجب موت آئی) پہاڑون نے کچھ فائدہ نہ دیا"

اور اسی طرح کے چند شعر جو تمامتر بے ثباتی دنیا پر مشتمل تھے اور انکا متوکل کی اس قدر اثر ہونا کہ اسکی آنکھون سے آنسو جاری ہو کر داڑھی کو تر کر دین اور شراب اٹھوا دی جائے - یہ تمام واقعات تاریخ ابن خلکان وغیرہ مستند کتب تاریخ مین مذکور ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے سخت پردۂ غیبت مین بھی امامت اپنا امکانی فرض انجام دے رہی تھی -

امام حسن عسکری ؑ کی تو آنکھ ہی سامرہ مین نظر بندی وحراست کے اندر کھلی ، انکی ولادت اگر یہان نہین ہوئی تھی تو بھی صرف چار برس اور چند مہینہ کی عمر تھی کہ اپنے والد ماجد کی معیت مین سامرہ آئے اور تمام عمر یہین بسر ہو گئی جس مین قید و بند اور سلطانی پابندیان اور سختیان آپ کے ساتھ ساتھ تھین -

اس صورت حالات اور ان تمام واقعات کے بعد کیا ہمارا یہ کہنا غلط ہی کہ امامت حقہ ہمیشہ پردۂ غیبت ہی مین تھی اور کبھی وہ دنیائے ظہور میں نہین آئی۔

ہان بیشک ائمہ معصومین کی عنصری زندگی اُسوقت نمایان تھی اور لوگون کو مختلف لباسون مین جن کا حالات وقت تقاضا کرتے تھے نظر آتی تھی اور بالفاظ دیگر وہ پردہائے غیبت جن کے پیچھے امامت حقیقیہ کا جلوہ مستور تھا محسوس ہوتے تھے لیکن تجربون نے تبلایا کہ زمانہ کو یہ بھی گوارا نہین۔

گیارہ مین کوئی تو ایسا ہوتا جس کی موت طبیعی حالات کا نتیجہ ہوتی لیکن مستند تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے۔

جہانتک دیکھا جاتا ہے نظر یہی آتا ہی کہ اُنکی موت جفاپیشہ ابنائے دنیا کے ظالمانہ اقدام قتل کا نتیجہ ہے۔

مسجد کی محراب مین ابن ملجم کی تلوار اور علیؑ کا سر، امیر شام کے اشارہ سے جعدہ بنت اشعث کا جام زہر اور حسن مجتبیٰؑ کا دہن، کربلا کے عظیم معرکہ مین ہزارون کی خونچکان تلوارین نیزے اور حسین بن علیؑ کا جسم۔ پھر تمام ائمہ کیلئے زہر خورانی کے مختلف طریقے۔ انگورمین زہر، انار مین زہر، زین فرس مین زہر، دوا مین زہر اور اسی قسم کی تدبیرون سے برابر اُنکے رشتۂ زندگی کو قطع کیا گیا لیکن آسان تھا، سلسلۂ امامت باقی تھا، وہ تعداد جو ائمہ کی

مقرر تھی پوری نہوئی تھی - ایک امام کے بعد جانشین اُس کا اور اُسکے روحانی کمالات کا وارث دوسرا امام ہوجاتا تھا۔

لیکن اب وہ وقت آیا کہ جب تعداد ختم تھی۔ گیارھوین امام اُسی طرح کہ جیسے اُنکے پیش روایمہ کی وفات ہوچکی تھی دنیا سے تشریف لے گئے۔

اب امامت کی ذمہ داریان یقین اور وہ ہستی کہ جس پر اس سلسلہ کی انتہا اول امر سے قرار پاچکی تھی، جسکے سوا کوئی دوسری فرد حدود عالم مین اُن کمالات کی مستحق موجود ہونے والی نہ تھی۔

اُن متواتر نصوص کی بنا پر جو جناب رسالتمآبؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے بعد ایمۂ معصومین علیہم السلام سے نیمۂ شعبان مین متولد ہونے والے اس عظیم الشان مولود کے متعلق عام طور پر سُننے جاچکے تھے مخالفین کو بھی اس ولادت کے متعلق پوری کھوج تھی۔

رسول اسلامؐ نے فریقین کی مسلم متواتر حدیث کی بنا پر پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ جو کچھ بنی اسرائیل مین ہوچکا ہے وہ میری اُمت مین ہوگا ضرور، ارشاد ہوا تھا واللہ لتتبعن سنن الذین من قبلکم حتی انہم لو دخلوا فی جحر ضب لدخلتموہ

"خدا کی قسم تم اپنے قبل والی امت (بنی اسرائیل) کے راستوں پر

چلوگے یہان تک کہ اگر وہ کسی جانور کے سوراخ مین داخل ہوئے ہوتے
توتم بھی اسمین داخل ہوتے۔

اس مضمون کی متعدد حدیثین کتب فریقین مین موجود ہین۔ بیشک
اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مہدی موعود کی ولادت مین صورت حال ویسی
ہی پیش آئی جو اُسکے بہت پہلے حضرت موسیٰ کلیم الرحمٰن کی ولادت مین
پیش آچکی تھی۔

کاہنون کا فرعون کو خبر دینا کہ تیری مملکت کا زوال ایک مولود کے
ہاتھون ہوگا جو بنی اسرائیل مین متولد ہونے والا ہے اس پر اُس کا واقعات
پر کامل طور سے سراغرسانی کا انتظام کرنا، عورتون کے شکمون کا چاک کرنا،
بچون کو قتل کرانا، یہ سب اس لئے کہ اُس با اقتدار مولود کی ولادت ہونے
پائے جسکے ہاتھون ملک فراعنہ کا زوال ہونیوالا ہے لیکن اِس سب کے مقابلہ
مین قدرت نے بھی سامان کیا، موسیٰ کے حمل کو پردۂ غیبت مین رکھا، اُنکی ولادت
بھی غیر معلوم طریقہ پر واقع کرائی اور پھر اُنکی حفاظت کے اسباب یون مہیا کئے
کہ مان کو حکم دیا کہ وہ نومولود بچہ کو تابوت مین لٹا کر رودنیل مین ڈالدین۔

بالکل اُسی صورت پر مہدی موعود کی ولادت اُن روایات کی بنا پر
جو مسلمہ طور سے زبان زد خلق تھے خلافت وقت کے ارکان مین زلزلہ ڈالے ہوئے
تھی اور انکے افکار و خیالات پورے طور سے اُس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

اُنکی طرف سے کامل انتظامات سراغرسانی کے مہیا کیے گئے جو کسی ایسے مولود کی ولادت کو جسکے متعلق مہدی موعود ہونے کا شبہہ ہوسکے بادشاہ تک پہنچا دین لیکن قدرت کو پردہ داری مین اہتمام تھا۔ اُسے اپنے نور کو باقی رکھنا تھا جسکی آخری لو اب یہی تھی۔ اُس نے اس عظیم الشان مولود کے حمل وولادت کو موسیٰ کیطرح بالکل مخفی کیا اور غیبت کے پردے ڈالکر اس نور کو دنیا میں ظاہر کیا۔

اُنکی ابتدائی نشو ونما بھی پردۂ غیبت مین تھی لیکن باپ مان اور قریب ترین راز داراعزا کے علاوہ مخصوص معیار امانت پر پورے اُترے ہوئے اور امتحانِ وفا مین کامیاب نکلے ہوئے اصحاب بھی آپکی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور آپکے وجود سے مطلع تھے۔

حکومت وقت بھی اُن تمام تحفظات کے بعد جو کئے جاچکے تھے پورے طور پر مطمئن ہوچکی تھی کہ خطرہ جاتا رہا اور جس مولود کا اندیشہ تھا وہ عالم وجود مین نہین آیا، لیکن امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہوا اور بعض برادران یوسف نے جن پر ناگزیر اسباب کی بناء پر راز منکشف ہوگیا تھا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ بچہ جو حسن عسکریؑ کے یہان متولد ہونے والا تھا متولد ہوچکا ہے،

حکومت کو ایک طرف اپنے مکمل انتظامات کی شکست کا احساس کرکے غصہ وغضب دامنگیر ہوا اور دوسری طرف وہ خطرہ جو اسکے قبل قوت کے عالم مین تھا فعلیت سے بہت قریب نظر آنے لگا۔

اسلئے کہ وہ روایات جنمین مہدیٔ موعود کے ظہور پر دین کی تجدید اور باطل طاقتون کے شکست کی خبرین دی گئی تھین کسی زمانہ سے محدود نہ تھے کہ ایسا کب اور کس زمانہ مین ہوگا۔

اُنمین بس اتنا ہی تھا کہ ایسا ہونے والا ضرور ہے اور اسکے ہوئے بغیر قیامت نہ آئیگی، اس لئے اُس مولود کی ولادت ہوجانے پر جو ان تمام اخبار کا مصداق اصلی تھا مقررشدہ نظام طبیعی کو دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوجانا حق بجانب ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آگیا اور یہی موجودہ دور سلطنت جو عالم اسلامی مین سکہ چلائے ہوئے ہے اِس مولود کے ہاتھون درہم و برہم ہوگا۔ بیشک اگر اُنھین معلوم ہوتا کہ ابھی وہ زمانہ دور ہے۔ خلافت عباسیہ کی بنیا دین زمانہ کے بے پناہ حوادث سے متزلزل ہوکر منہدم ہونگی اور ضرور ہونگی لیکن اس مولود کے ظہور سے نہین اور اُسکے بعد خلافت عثمانیہ کی عمارت قائم بھی ہوگی اور گر بھی جائیگی، خلافت کا نام و نشان بھی دنیا مین باقی نہ رہیگا لیکن اِس مولود کے ظہور کا وقت نہ آئیگا تو حکومت کو بھی شاید زیادہ خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اُدھر روایات کی قطعی پیشینگوئی کہ ایسا ہوگا ضرور اور زمانہ کا عدم تعین کہ کب؟ اور اُدھر اس مولود کی ولادت، بس اسکا نتیجہ تھا کہ ارباب حکومت کی نظرون مین اپنے فنا و زوال کا مرقع بہت ہولناک صورت سے پھرنے لگا اور اس لئے ابکی زیادہ شدت

کے ساتھ جستجو کی کوشش ہوئی، حضرت امام حسن عسکری ؑ کے تمام ازواج و جواری کو نظر بند کیا گیا اور حراست مین رکھا گیا کہ جس کسی کے کمسن بچہ ہوگا اُسکی اطلاع ضرور ہوگی، امام کے مکانات مین گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ کی تلاشی لی گئی کہ اُس مبارک بچہ کا کہین پتہ ملجائے یہان تک کہ اُس سرداب (تہ خانہ) مین بھی گئے جہان حضرت کا قیام تھا مگر ظاہری بصارت کے چراغ اُس نور مجسم کے سامنے گل نظر آئے اور آنکھون کی بینائی نے اُسکے مشاہدۂ جمال ہی یارا نہ دیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ غیبت کا پردہ اور زیادہ گہرا ہوگیا۔ لیکن چونکہ ابھی ابھی امام یازدہم کا دور ختم ہوا تھا اگر دفعتہً کامل غیبت کا دور دورہ ہوجاتا تو بہت سے شیعہ اور صحیح العقیدہ اشخاص بھی اس نئی صورت حال سے آشنا نہونے کی جہت سے عقیدۂ وجود حجت مین متزلزل نظر آنے لگتے۔

جیسے تیز روشنی سے کامل اندھیرے مین آجانے والا ایک مرتبہ اپنی قوت بصارت کو بالکل گم کردیتا ہے اور اُسکے تولئے احساس معطل نظر آتے ہین، وہ اُس دھندلکے مین جتنی روشنی ہے اُس کا بھی احساس نہین کرتا اور اُسے وہان اتنی تاریکی نظر آتی ہے جس مین ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہین دیتا۔

بیشک ضرورت اسکی ہے کہ تدریجی حیثیت سے روشنی کو گھٹا کر انسان کو عادی بنایا جائے اس طرح وہ جس درجہ تاریکی مین پہونچیگا اُس مین اُس کی نظر ایک حد تک کام کرتی رہیگی اور اُسکے قوائے احساس اپنے معیار عمل پر باقی

رہین گے۔

قدرت کا نظام مصالح طبیعیہ کی خلاف نہین ہوتا اُس زمانہ کے بعد جسے ظاہری اعتبار سے زمانۂ حضورِ امام کہا جاتا ہے مکمل غیبت ہوجانا اس نظام کے خلاف تھا۔ اسلئے شروع شروع مین غیبت صغریٰ کا دور رہا، یعنی مخصوص وکلا قرار دیے گئے جو درمیانی سفیر کی حیثیت رکھتے ہوئے لوگون کے عرائض و مسائل کو امام کی خدمت مین پیش کرین اور امام سے اُن کا جواب لے کر لوگون تک پہنچائین

یہ صورت عام افرادِ شیعہ کے طبائع پر کچھ زیادہ گران نہین گذری اسلئے کہ وہ ایک طویل عرصہ سے تقریباً اسکے عادی ہو چکے تھے۔ وہ زمانہ کہ جب امام علی نقیؑ و امام حسن عسکریؑ سامرہ مین تھے اور کامل نظر بندی و حراست کے اندر بسر کرتے تھے عام افراد کو اس کا موقع نہ تھا کہ وہ امام کی خدمت مین باریاب ہو کر اپنے معروضات پیش کرسکین بلکہ اس قسم کے امور ہمیشہ وسائط کے ذریعہ انجام پاتے تھے اور اس لحاظ سے موجودہ صورتِ حال اُنکی نظر مین سابق سے کچھ فرق نہ رکھتی تھی، بس اتنا فرق تھا کہ سابق مین امام کی جائے قیام متعین ہوتی تھی اور اکثر لوگون کو معلوم لیکن اب امام کے محل قیام کا تعیین سے طور پر علم نہ تھا اور عام لوگ اُس سے ناواقف تھے لیکن اِس کو اُنکے مطلوبہ مقاصد مین کوئی دخل نہ معلوم ہوتا تھا۔

اسّی برس کی طویل مدت اسی حال میں گذری، اس زمانہ مین مسائل متحفظ

ہوتے تھے عرائض کے جواب ملتے تھے۔ وجوہ وصدقات وحقوق امام کے اموال امام کی خدمت مین پیش کئے جاتے تھے اور اُنکی رسیدین آتی تھین، سفرا کی تعیین بہت منظم ومرتب اصول کے ساتھ خود امام کی جانب سے عمل مین آتی تھی۔ اور ایک سفیر اپنے بعد والے شخص کو خود نامزد کر جاتا تھا۔

عثمان بن سعید عمری کے بعد اُنکے صاحبزادے ابو جعفر محمد نے قریب چالیس برس کے سفارت کے فرض کو بہت کامیابی کے ساتھ انجام دیا اور جب اُنکے انتقال کا وقت قریب پہونچا تو اُنھون نے کہا۔

امرت ان اوصی الی ابی القاسم الحسین بن روح "مجھ کو حکم ہوا ہے کہ مین حسین بن روح کو اپنا وصی بناؤن"۔

حسین بن روح نے بھی اپنی مدت حیات ختم کرتے ہوئے اس ذمہ داری کو ابو الحسن علی بن محمد سمری کے سپرد کیا، مقررشدہ نظام کی بنا پر خیال تھا کہ یہ بھی اپنے بعد کے لئے کوئی انتظام کرینگے لیکن جب ۳۲۹ھ مین اُنکا انتقال ہونے لگا اور کہا گیا کہ وہ کسی کی تعیین کرین تو اُنھون نے صاف طور پر کہدیا للّٰہ امر هو بالغه "اب خدا کا ایک مقررہ مقصد ہے جس کو وہ پورا کرنے والا ہے"۔

بات ختم ہوئی اور غیبت صغریٰ کا زمانہ بھی تمام ہو گیا، یہی وہ وقت تھا کہ جب سے غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا۔

غیبت کے ابتدائی وانتہائی مقدمات واسباب ومدارج وقوع پر جب

نظر ڈالی جاتی ہے تو اس امر مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا کہ وہ ایک مرتب نظام کے ماتحت ہوئی ہے جس مین تصنع اور بناوٹ کا لگاؤ نہین۔

واقعہ کی واقعیت مخفی ہونے کی چیز نہین۔ اُسکی نوعیت، صورت سابق ولاحق کے آثار و اسباب ہی مختلف ہوتے ہین اور یہی چیزین وہ ہین جو صحیح وغلط، واقعیت اور فریب کی تمیز کا معیار ہین۔

ایک طرف رسالتمآبؐ سے لیکر گیارھوین امام تک معصومین علیہم السلام برابر غیبت امام کے وقوع کی خبر دیتے رہے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جلد باز لوگ دھوکا کھا کر درمیان ہی سے غیبت امام کا عقیدہ اختیار کرتے رہے، کیسانیہ نے حضرت محمد بن حنفیہ کو منتظر سمجھا اور اسمٰعیلیہ نے اسمٰعیل بن امام جعفر صادقؑ کو اور بعض نے امام موسیٰ کاظمؑ کو۔

ملل ونحل کی کتابون مین ان فرقون کا وجود خود اس کا ثبوت ہے کہ ایک امام غائب کے وجود کی خبر متواتر طور پر پہونچتی رہی تھی جسکی تطبیق مین ہر شخص اپنے فکر وخیال کے مطابق دھوکا کھا رہا تھا۔

بیشک متفقہ اسلامی احادیث جنمین ائمہ کی تعداد کو بارہ بتلایا گیا ہے ان تمام فرق کے خیالات کا دفعیہ کرنے کے لئے کافی ہین لیکن جب گیارہ کی تعداد ختم ہو کر بارھوین کا درجہ آگیا تو اب غیبت کی پیشین گوئی پورے ہونے کا وقت تھا۔

دوسو برس سے زیادہ کے منتظم اصول کے مطابق کہ ہر سابق امام اپنے بعد والے جانشین کو نامزد اور اصحاب سے اسکی شناسائی کرادیتا تھا۔ امام حسن عسکری ع کے لئے منظر عام مین کوئی اولاد بھی موجود نہ تھی اور نہ کوئی اور ہی شخص تھا جو اس ذمہ داری کے اٹھانے کا متحمل سمجھا جا سکتا

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ فرقہ شیعہ ہمیشہ سے بلند نظر اور عالی ظرف رہا ہے، اُس نے کبھی ہر آندھی کے رخ پر اُڑ جانے اور ہر سیلاب کے زور مین بہ جانے کو پسند نہین کیا اور نہ ظاہری جاہ و حشم اور مال و دولت کے سامنے جو بیشتر افراد انسانی کے طبائع پر غالب آتا رہتا ہے اُس نے کبھی سر جھکایا ہے اور اسی لئے اُسکے فیصلے ہمیشہ اکثریت کی رائے کے خلاف رہے ہین۔

امام اور رئیس روحانی کی تعیین مین اسکی نظر ہمیشہ انتقادی رہی ہے اور موشگافی اُسکا شیوہ۔ اگر کوئی بھی امامت حقہ کے لائق اُسوقت موجود ہوتا تو ہزار دس ہزار نہین تو سو پچاس، دس بیس آدمی ہی اُسکی امامت کے قائل ہوجاتے لیکن تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے، ملل و نحل کی کتابین بھی اسکے اثبات سے عاجز ہین۔

افراد انسان کے انتاد طبیعت پر نظر کرو، ایک آنکھ سے غائب ہستی کے سامنے سر اعتراف خم کرنے کی گرانی کو دیکھو۔ ایک ایسے منصب کے ادعاء کے لئے جس کا کوئی مدعی ظاہر مین موجود نہو مختلف اشخاص کے فطری طمع و

رغبت کے جذبہ کا اندازہ کرو۔ اور پھر خلقت کے بھیڑ یا دھسان ہونے کا احساس کرو کہ کس طرح ہر آواز پر لبیک کہنے والے کچھ نہ کچھ پیدا ہو ہی جایا کرتے ہین۔ ان تمام اسباب کا ناگزیر نتیجہ یہ ہے کہ امام حسن عسکری ع کی وفات کے بعد امامیہ فرقہ کے افراد مین طوائف الملو کی پیدا ہو جاتی اور تشتت و افتراق سے شیرازۂ اتفاق منتشر ہو جاتا اور بوقت واحد مختلف بارھوین امام اور اُنکے کچھ نہ کچھ ماننے والے پیدا ہو جاتے اور امام غائب کے وجود کا خیال اگر باقی بھی رہتا تو اُسکے تسلیم کرنے والے بہت کم ہوتے۔

لیکن صورتِ حال بالکل اسکے خلاف نمودار ہوئی یعنے امام یازدہم کے انتقال کے بعد عراق و حجاز، ایران کے دور و دراز نقاط اور اُنکے متفرق افراد مین ایک لہر تھی جو دوڑ گئی کہ اب دور دو رغیبت ہے اور کوئی امام وقت ظاہر نہین ہے۔

آخر یہ کیا تھا؟! یہ اُنہی پیشین گوئیون کا نتیجہ تھا جنھون نے غیبت کو کوئی خلاف توقع امر باقی نہین رکھا تھا بلکہ افکار و خیالات کو اُسکی طرف متوجہ کر کے طویل عرصہ سے اُس کا منتظر بنا دیا تھا اور اسلئے کامل صبر و سکون اور اطمینان کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کیا گیا اور کسی قسم کا اضطراب و انتشار نمودار نہونے پایا پھر اسکے ساتھ سفرا کا وجود اور زیادہ اطمینان کا باعث تھا اور کامل تنظیم کے ساتھ افراد شیعہ کا رابطۂ اتصال سفیر وقت کے ساتھ قائم ہوتا تھا اور وہ

اُنکے تمام مسائل وعرائض کے جوابات کا ذریعہ ہوا کرتا تھا،

یہ صورت حال اگر کم زمانہ تک باقی رہتی تو بھی اس مین تصنع اور بناوٹ کا شبہ ہو سکتا تھا لیکن یہ اسّی برس کے قریب تک قائم رہی جس مین پورے طور پر جانچ پڑتال اور واقعہ کی تحقیق اور اصلیت کے انکشاف کا موقع تھا لیکن کامل انتظام وترتیب کے ساتھ یہ سلسلہ باقی رہا اور اس مین کسی قسم کا انتشار پیدا نہین ہوا۔

اس عرصہ مین سفراء کی حقانیت وصداقت اُن وسائل وذرائع سے کہ جو امتحانی وآزمائشی تھے پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی تھی اور اس لئے اُنکے متعلق کسی سوءظن کی گنجائش محسوس نہ ہوتی تھی۔

بیشک سفراء کی مرکزیت بھی برسر اقتدار حکام کی نظر مین خار کی طرح کھٹکنے لگی اور اُس مین طرح طرح کی رکاوٹین ڈالی جانے لگین جس کا نتیجہ غیبت کبریٰ کی صورت مین رونما ہوا۔

یہ جمہور فرقۂ شیعہ کے سفراء پر اعتماد اور کامل وثوق واطمینان کا نتیجہ تھا کہ سفیر آخر علی بن محمد سمری کے "للہ امر ھو بالغہ" کی لفظون مین غیبت کبریٰ کی اطلاع دیدینے سے غیبت کبریٰ کا وقوع اُسی طرح متفقہ طور پر مسلم ہوگیا جسطرح اسکے قبل سفراء کی سفارت اور غیبت صغریٰ کا وقوع۔

اگر شیعی افراد بھی مثل اکثر انسانون کے "ہر کس بخیال خویش" اور "چندین شکل"

کے اصول پر عامل ہوتے تو کم سے کم یہی وہ وقت تھا کہ مختلف افراد دعوائے سفارت دنیابت کرنے والے پیدا ہوجاتے اور اس طرح ہر شخص اپنے نفوذ د اقتدار کے بڑھانے کی فکر کرتا لیکن یہ بھی نہین ہوا، وہ حقیقت کے پرستار اور حق کے جویا ہمیشہ حق کے ڈھرے پر قائم رہے۔ اُنھون نے ہر بات کو اُسکے موقع پر اُسی طرح تسلیم کیا جس طرح انکو وہ صحیح معلوم ہوئی اور دلائل نے اُسکے تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔

یہ سوال کم سے کم مجھ کو تو عجیب معلوم ہوتا ہی کہ غیبت امام کے بعد امام کے وجود کا فائدہ کیا ہے؟ اسلئے کہ مین کافی توضیح سے اس امر کو ثابت کرچکا ہون کہ غیبت امام کا زمانہ ۳۲۹ھ (سال غیبت کبریٰ) یا ۲۶۰ھ (سال غیبت صغریٰ) مین منحصر نہین ہے بلکہ اسکے قبل بھی امام بحیثیت امام غائب ہی تھے اور امامت پردۂ غیبت مین مستور تھی۔

پھر جو فائدہ امام کا اُسوقت تھا یعنی یہ کہ امام اُنھی پردون مین رہ کر ہدایت خلق کے فریضہ کو انجام دین وہی اب بھی باقی ہے۔

مین نے اُس زمانہ کے حضور کی نوعیت اس طور پر واضح کی ہی کہ درحقیقت وہ پردے جنکی پیچھے امامت کا جلوہ مخفی رکھا جاتا تھا محسوس تھے۔ اگر غور کیا جائے تو اتنے عرصہ تک پردون کو محسوس رکھنے کا منشا بھی یہی تھا کہ لوگون کو دکھا دیا جائے کہ دیکھو ہم پردون مین رہکر ہدایت خلق اور حفاظت شریعت سے جو ہماری امامت کا اصلی مقصد ہی غافل نہین ہوتے اور اُس کو

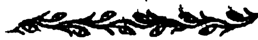
کسی کسی طرح انجام دیتے ہیں پھر اگر ہم کسی وقت تمہاری آنکھون سے اوجھل اور تمہارے ظاہری حواس سے غائب ہوجائین تو یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم نے اپنے مقصد کو ترک کردیا اور اپنے فریضۂ تبلیغ سے غافل ہوگئے، اور اسی برس تک سفارت کے سلسلہ کا قائم رکھنا اپنے وجود کے کامل طور پر اثبات کے لئے تھا جس کے بعد شک و شبہہ کی گنجائش نہ ہو۔

یہ کہنا کہ "موجودہ وقت مین امام کی جانب سے ہدایت کس طرح ہوتی ہے جو ہمکو معلوم نہین" مضحکہ خیز ہے۔

کیا زمانۂ حضور امام مین جن جن پردون کے اندر اصلاح امت کے فرض کو انجام دیا گیا ہے انمین فریق ثانی کو بھی اس امر کا احساس ہوتا تھا کہ ہم کو ایک امام وقت بحیثیت امام ہدایت کرکے فریضۂ تبلیغ کو ادا کر رہا ہے؟ اس صورت سے تو پردہ کا مقصد فوت ہوجاتا اور سربستہ راز بے پردہ ہوکر سامنے آجاتا۔

بس اب اس سوال کا حل رہ جاتا ہے کہ آخر غیبت امام کا فلسفہ کیا ہے اور امام نے غیبت اختیار کیوں کی؟

اسکے لئے مین اپنے محترم ناظرین سے صبر و سکون کے چند لمحون کا خواستگار ہون۔



غیبت امام کا فلسفہ

امن وامان کی حفاظت

"امن وامان" خوشگوار مفہوم ہے، دنیا کی تمام متمدن ومہذب قومین اُسکی دل سے طالب ہین اور اُس کو عالم کے صبر وسکون اور اطمینان کا ذریعہ خیال کرتی ہین، روزانہ ایسے لائحۂ عمل بنائے جاتے ہین جنکے ذریعہ دنیا سے جنگ وبے امنی کا خاتمہ ہو اور امن وامان کا دور دورہ ہو جائے۔

سلطنتی معاہدے مجلس اقوام کی تشکیل اور تخفیف قوائے حربیہ کی تحریک ان سب کا مقصد ایک اور نصب العین متحد ہے اور وہ وہی امن وامان ہے لیکن جہان تک حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ تمام تجویزین صرف اسمی ورسمی حیثیت رکھتی ہین جنکو شرمندہ معنی نہین سمجھا جا سکتا۔ وہ مقصد جس کے حصول کے لئے یہ تمام صورتین اختیار کی جاتی ہین بہت دور ہے، بلکہ اُس کے خلاف سلطنتون کے باہمی رشک ورقابت مین اضافہ ہی ہو رہا ہے اور وہ وقت دور نہین جب یہ تمام کاغذی معاہدے اور تجویزین ردی کی ٹوکری کا حصہ ہو جائین اور انھی متمدن حکومتون کے اندر ایسی آویزش ہو جو جنگ عظیم کے واقعات کو وتف طاق

نسیان بنا دے ۔ یہ سب آخر کیون ؟ اسلئے کہ ظاہر باطن کا آئینہ دار اور اعضاؤ جوارح نفس ناطقہ یا ضمیر کے فرمان بردار ہوتے ہین جب تک دلون مین خودغرضی، خودخواہی، خودپروری کے جذبات کارفرما ہین، اپنے مفاد کے مقابل دوسرے کی اہم سے اہم ضرورت کوئی چیز معلوم نہین ہوتی ۔ جہانداری و جہانبانی کا شوق غالب ہے اور توسیع مملکت کا خیال سر کے اندر موجود ہے، ظاہری طاقت وجبروت کا غرور کمزورون کی ذراسی بات کو بڑا اور اپنے بڑے سے بڑے جرم کو چھوٹا دکھلانے پر تیار ہے ۔ اُسوقت تک دنیا حقیقی امن وامان سے دوچار نہین ہوسکتی اور نہ اس مین سکون واطمینان کا دور دورہ ہوسکتا ہے، یہان اگر کچھ دن کے لئے ظاہری سمجھوتون کی بنا پر فضا مین سکون نظر آئے بھی تو وہ بالکل عارضی ہو کیونکہ وہ نفسانی خواہشات کے پرطاقت جھگڑون کا مقابلہ نہ کرسکیگا جو آندھی کی صورت سے آنے والے ہین ۔

اسلام دنیا مین امن وامان کا پیغام لے کر آیا تھا اور عین اُس وقت کہ جب عربستان جنگ آزمائی وفتنہ خیزی کا آماجگاہ تھا اور بات بات پر لڑمرنا اور اپنے اور دوسرے کے خون کو ایک کرنا اُنکی طبیعت وفطرت کا جزو اعظم بنا ہوا تھا اسلام ہی تھا کہ جو اتحاد واتفاق اور روا داری وعافیت پروری کا سبق دے رہا تھا اور مختلف طاقتون کو سلسلۂ تنظیم مین یکجہت اور ہم آہنگ بنا کر عالم مین وحدت ومساوات کے اصول کی نشر واشاعت مین مصروف تھا لیکن

پیغمبر اسلام کے بعد مسلمانون کی زمام اصلاح و تربیت جن با اقتدار ہاتھون مین گئی وہ خود اُن جذبات سے بلند نہ تھے کہ جو دنیا کے امن و امان کے واسطے باد سموم اور سم قاتل ہین اور وہ اسلامی تعلیمات کے اصلی جوہر کو بھی پورے طور پر پہچان نہ سکے تھے اسلیئے اُنھون نے اُسکی ترقی کثرت فتوحات اور تسخیر ممالک مین مضمر سمجھی اور بزور شمشیر لوگون کو اُس کا پابند بنا کر اُسکی مردم شماری مین اضافہ کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج اِس دور تمدن و تہذیب مین جبکہ دنیا زبان سے "امن و امان" کی نام لیوا ضرور ہے چاہے عمل سے وہ کامیاب طریقہ پر اُسکی پابند نہو سکے اسلام کو امن و امان کا دشمن اور اُسکی ترقی و اشاعت کو خونریزی و امن سوزی کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے جو اُس پر نارواالزام کی حیثیت رکھتا ہی لیکن اُسکے لگائے جانے کی ذمہ داری خود اسلامی افراد کے سر عائد ہوتی ہے۔

ایمۂ اہلبیت ؑ جو حقیقۃً روحانیت اسلام کے محافظ اور اُسکے اسرار حقانیت کے حامل تھے اُنھون نے اپنے طرز عمل مین ہمیشہ اِس جوہر کی کامل نگہداشت کی جو شخص اُنکی تاریخ زندگی مین عمیق نظر کرے اُس کو پتہ چلیگا کہ اُنھون نے اپنی حیات کے ہر دور مین فتنہ و فساد کے شعلون کو خاموش اور امن و امان کو قائم رکھنے کی جد و جہد کی، اُنھون نے اسکی خاطر اپنے حقوق سے ہاتھ دھوئے مصائب برداشت کیے تکلیفین سہین، مظالم جھیلے لیکن کسی ایسے اقدام سے گریز کیا جو اختلاف انگیزی و فتنہ خیزی کا موجب ہو، اُنھون نے اِس اہم پہلو کو

ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا کہ ہم پر جو کچھ گذر جائے اور جو صورتین بھی پیش آئین لیکن ملک کی فضا مکدر نہو اور اُسکے سکون و اطمینان مین دھچکا نہ لگے۔ اُنکی زندگی کا اصول اساسی عدم تشدد اور ظلم و استبداد کے مقابلہ مین مظلومیت و مقہوریت تھا جسکے ساتھ وہ اپنے حقیقی مقاصد کے حصول مین بھی کوشان رہے۔

رسالتمآبؐ کے بعد ہی اُنکے وصی اول امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کو جس صورت حال سے مقابلہ کرنا پڑا وہ تاریخ کے اوراق پر اب تک موجود ہے یہ بھی معلوم ہے کہ علی کی تلوار تنہا وہ تھی جس نے جوانی مین احد و خیبر و خندق ایسی لڑائیان فتح کین اور بڑھاپے مین جمل و صفین و نہروان ایسے معرکے سر کیے، وہ ادھیڑ پن مین بھی اُنکے پاس موجود تھی، اُنکے بازوون کی طاقت اور دل کی قوت نے بھی جواب نہ دیا تھا، پھر کیا تھا کہ اپنے حقوق کو ضایع ہونے دیا، اپنے دروازہ پر لکڑیان جمع ہوتے دیکھین، اپنے گلے مین رسی بندھوائی اور سب سے بڑھ کر معصومہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ پر وہ مظالم ہوتے دیکھے جنکا تذکرہ بھی دلدوز ہے لیکن صبر کیا۔ بیشک مشہور قبیلہ بنی اُمیہ کے بزرگ خاندان ابوسفیان نے آکر کہا تھا کہ لوشئت لملئتہا خیلاً و رجالاً "اگر آپ چاہین تو مدینہ کو مین آپ کی مدد کے واسطے سوار و پیادہ سے بھر دون" لیکن روحانیت اسلام کے محافظ، امن و امان کے حامی امیرالمومنینؑ نے ابوسفیان کو لمحترین جواب دیا

جسکے بعد اُس کو کچھ کہنے کی بھی جرأت نہین ہوئی۔ اُنھون نے کہا مازلت عدواللاسلام فی جاھلیتك واسلامك "تو اسلام کی عداوت سے باز نہ آیا جاہلیت مین بھی اور اسلام مین بھی" وہ خوب جانتے تھے کہ بحالت موجودہ تلوار اٹھانا اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دیگا، اُنکو معلوم تھا کہ اُسوقت شمشیر انتقام کا نیام سے کھینچنا تمام ملک کو خونریزی کے عظیم سمندر مین ڈبو دینا ہے۔ اُنھون نے ملک کے مفاد کو اپنے شخصی مفاد پر مقدم رکھا، اور ۲۵ برس خانہ نشینی مین گذار دیے۔ اُنھون نے اپنی بلند حوصلگی وعالی ظرفی کے تقاضا سے کبھی حکومت وقت کو مشکل دقات مین امکانی امداد پہونچانے سے بھی دریغ نہین کیا۔ مشورے دیئے مسائل کو حل کیا، قضایا کو فیصل کیا یہ سب اس لئے کہ نظام مملکت مین انتشار نہو اور اسلام کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔

دوسرون کے برسر اقتدار ہونے پر زبانی احتجاج واستدلال پر اکتفاء اور عملی حیثیت سے سکوت کرکے اُنھون نے ثابت کر دیا کہ ہم صرف اپنے ذاتی مفاد کے لئے اگرچہ وہ جائز حقوق کی حفاظت کیلئے ہو جارحانہ اقدام نہین کرتے اور خود اپنی طرف سے دنیا کے امن وامان کو صدمہ نہین پہونچاتے۔

بیشک جب مسلمانون کے اتفاق آراء واکثریت نے بلانزاع واختلاف خود آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور نظام حکومت کی ذمہ داریان آپکی طرف عائد ہوگئین تو ایسے لوگ جنھون نے ذاتی اغراض کے ماتحت اسلامی نظم ونسق

کو درہم و برہم اور عالم اسلامی کے شیرازہ کو منتشر اور اسکے امن وامان کو فنا کرنا چاہا اسکے تادیبی مہم کی جانب توجہ مبذول کرنا ضروری تھی جو خالص مدافعانہ حیثیت سے انجام پذیر ہوئی۔

صفین کی تحکیم کے بعد امیر معاویہ کے لئے ایک مضبوط اقتدار حاصل ہوگیا تھا اور شام ومصر وغیرہ مین انکی سلطنت پورے طور پر قائم، اس طرف امیر المومنین کی شہادت اور حسن مجتبیٰ ؑ کے برسر حکومت ہونے نے صورت حال مین ذرا تازگی پیدا کردی تھی اور اسلیے حسن مجتبیٰ ؑ کا معاویہ سے برسرپیکار ہونا جس کے لئے امیر المومنین ؑ کے بقیہ ساتھی بے چین تھے ایک حد تک جارحانہ صورت اور ملک گیری کی خواہش مین امن سوزی کا شائبہ رکھتا تھا اسلئے امام حسن ؑ نے صلح کرلی اور دنیا کو دکھلادیا کہ اجتماعی شیرازہ بندی کے لئے کس طرح شخصی منافع کو پامال ہونے دیا جاتا ہے۔ انھون نے اس صلح کے بعد طرح طرح کے مصائب جھیلے دشمنون اور ظاہری دوستون کی زبان سے سخت وسست کلمات سنے اور دل آزار طعن وتشنیع اور روح فرسا الزامات کو برداشت کیا، یہ سب کس لیے؟ صرف امن وامان اور عام افراد کے راحت واطمینان کی خاطر۔

دس برس تک امام حسین ؑ کا بھی صبر آزما اذیتون کے باوجود تحمل سے کام لینا صرف اسی کی خاطر تھا اور وہ یزید کے خلیفہ ہوجانے پر بھی سکوت ہی سے کام لیتے اگر خود ان سے بیعت طلب نہوتی، جس بیعت کو وہ اسلام کے لئے مہلک ترین ضرب سمجھتے

تھے اور وہ تھی بھی ایسی، لہذا اُنھوں نے صرف مفاد اسلامی کی خاطر بیعت سے گریز کیا۔ اگر اُنھیں لڑنا ہی منظور ہوتا اور یزید سے مقابلہ کرنا تو وہ مدینہ میں کہ ہی اطراف و جوانب مین خطوط لکھتے اور ایک بڑا لشکر جمع کرتے یا مکہ مین طائف و یمن کے شہرون سے امداد حاصل کرتے جو علی ابن ابی طالبؑ کے شیعون سے چھلک رہے تھے۔

لیکن اُنھون نے ایسا نہین کیا، اُنھین تو ملک مین فتنہ و فساد کے شعلون کو بھڑکانا منظور نہ تھا، وہ امن و امان کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے تھے بس وہ بیعت سے فرار کئے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری سے تیسری جگہ جا رہے تھے اور یہی مسلک اُنکا آخر تک باقی رہا۔

اُنھون نے کربلا پہونچنے کے بعد آخری وقت فرصت تک بھی عمر بن سعد کو فہمائش کی ہے اور کہا ہے کہ مجھ کو پہاڑون مین چلا جانے دو، ملک عرب کے حدود سے باہر نکل جانے دو لیکن جب معلوم ہو گیا کہ فریق مقابل کے ہزارون تلوارون نیزون کو صرف حسینؑ اور اُنکے ساتھیون کے خون کی ضرورت ہے اور کچھ نہین ہے تو وہ بھی کمال بلند حوصلگی سے اسکے لئے طیار ہو گئے اور روز عاشورہ کے مرقع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے خون سے رنگین بنا گئے۔

سید سجادؑ اور اُنکے بعد سے امام حسن عسکریؑ تک تمام ائمہ معصومینؑ کی عمرین بھی بالکل خاموشی مین گذرین، اُنھون نے جیلخانون مین رہنا، نظر بند ہونا قبول

وزنجیر کا پہننا اور تنہائی مین بسر کرنا گوارا کیا لیکن کبھی اپنے متبعین کو جنگ کیطرف دعوت نہین دی بلکہ ہمیشہ خود اپنے خاندان مین سے اُن لوگون کے افعال سے برارت کی جنھون نے شمشیر انتقام کو کھینچکر آتش حرب کو مشتعل کرنا چاہا اور اپنے ساتھیون کو اُنکا ساتھ دینے سے ممانعت کی۔

یہ سب کس لئے ؟ ملک کے امن وامان ، عالم کے راحت واطمینان کی خاطر اس امن پسندی وعافیت گزینی کے باوجود تجربون نے بتلایا کہ صرف اُنکے ذاتی کمالات کے باعث جو فطرۃً لوگون کی گرویدگی کا باعث تھے دنیا اُنکی زندگی کی دشمن ہے اور اس لئے برابر اُنکی زندگی کے چراغ دشمنون کے ظلم واستبداد کی آندھیون سے خاموش ہوتے رہے جس کو اُنھون نے کامل صبر وتحمل کیساتھ انگیز کیا اس لئے کہ ابھی امامت کا سلسلہ باقی تھا۔ وہ اپنی زندگی کو ختم کر کے امامت کی ذمہ داریان ایک دوسری ہستی کے سپرد کر جاتے تھے۔

لیکن نوبت آئی امام ثانی عشر کی، وہ جن پر اس سلسلہ کا اختتام اور اس نظام کی انتہا ہے، دنیا واہل دنیا کی افتاد طبع کو دیکھتے ہوئے یہ امر ناگزیر ہے کہ اُنکی نسبت بھی ارباب دولت واقتدار کا رویہ وہی رہے جو اُنکے قبل اُنکے اجداد کے ساتھ رہا کیا یعنی وہ زندگی کے ہر نفس مین اُنکی زندگی کو فنا کرنے کے درپے رہین اور باطنی ضرب زہر یا ظاہری ضرب شمشیر سے اُنکے روح وبدن مین جدائی ڈالنا چاہین۔

اب دو حال سے خالی نہین یا تو قدرت اُنکو کافی قابو دیکر اُنھین اپنے
مقصد مین کامیاب ہو جانے دے اور امام صبر و سکون کے ساتھ اپنی جان کو
جانے دین جیسا کہ اسکے قبل ہوتا رہا تو خدائی نصب العین ہاتھ سے گیا اور سلسلۂ
امامت منقطع ہو گیا اسلیئے کہ یہ پہلے سے طے ہو گیا ہے کہ ائمہ بس بارہ ہی ہونیوالے تھے۔
اور یا ہر مرتبہ اُنکی مدافعت ہو اور اونکی طاقتون کو توڑنے، اُنکے منصوبون
کو باطل کرنے، اُنکے ارادون کو ناکامیاب بنانے کے اسباب مہیا ہون اور اسطرح
امام کی حفاظت کی جائے تو کیا یہ تصادم و تقابل کا ایک غیر محدود سلسلہ نہو گا
اور کیا اسکے بعد دنیا کا امن و امان باقی رہ سکتا ہے؟

دنیا و اہل دنیا کی اُفتاد طبع یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ مقصد مین ناکامیابی
ہو تو دوبارہ زیادہ ساز و سامان سے اُسکی کوشش اور پھر ناکامیابی پر تبارہ
اُس سے زیادہ اور یونہی جب تک جان مین جان ہے کوشش کا سلسلہ قائم رہے
اب ذرا صحیح تفکر کے ساتھ اس صورت کا اندازہ کرو تو تم کو مجسم طریقہ پر یہ نظر آئیگا
کہ اگر پہلی دفعہ انفرادی حیثیت سے گرفتاری یا قتل کی کوشش ہوئی اور وہ
ناکامیاب ثابت ہوئی تو دوسری مرتبہ اجتماعی حیثیت سے چند آدمیون کی معیت
مین اور اُس پر بھی مقصد نہ پورا ہوا تو ایک فوج کے ساتھ اور وہ ایک مرتبہ
ناکام ثابت ہوئی تو دوبارہ اسلحہ کے اضافہ اور فوج کی زیادتی کے ساتھ اور
اس طرح یہ ایک طویل سلسلہ ہوگا فتنہ و فساد اور تصادم و تقابل کا جو دنیا سے

صبر و سکون کو مفقود اور راحت و اطمینان کو نایاب بنانے کا ذمہ دار ہے اسکے لئے صرف ایک ہی صورت کامیاب تھی کہ امام کا وجود باقی رہے لیکن دنیا کی نظروں سے پوشیدہ اور لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل اور وہ اُسی پردہ مین رہ کر غیر محسوس طریقہ پر اپنے فرائض کو انجام دین۔ اس مین نہ تو مقصد امامت کا فوت ہے اور نہ دنیا کے صبر و سکون مین خلل،

امام کی غیبت یقینا دنیا کے امن و امان کی خاطر تھی جسکے ساتھ مقصد کا تحفظ بھی مضبوط طریقہ پر انجام پذیر ہو۔

ضرورت ہے اُنکے وجود کی بھی اور اُنکے غیبت کی بھی۔ کب تک ؟ جبتک کہ خدا کو اس کارگاہ عالم ہستی کا ایک طویل مدت تک باقی رکھنا منظور ہے۔ بیشک جب دنیا کی عمر قریب ختم پہونچے اور یوم موعود نزدیک، اُسوقت ہدایت خلق کی تمام مضمر طاقتون کے ظاہر ہو جانے کا وقت اور لیظہرہ علے الدین کلہ والے وعدہ کے پورا ہونیکا موقع ہی، وہ وہ زمانہ ہے کہ پردۂ غیبت چاک ہو اور امام عصر ظہور فرمائین،

آپکی حقانیت کا ثبوت بھی شمشیر و خنجر اور تیر و تفنگ کی طاقتون کا ممنون احسان نہو گا بلکہ آسمانی نشانیان اور کائنات عالم کی متفقہ گواہیان اور خداوندی آیات و علامات کی متواتر تجلیان اُنکے ظہور کے قبل و بعد اُنکی تقاریت کا فرض انجام دیکر افراد بشر کے سامنے اُنکا بہتر سے بہتر تعارف کرا دینگی جنکے بعد

کسی منکر کے لئے حیلہ حوالہ اور شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہ رہیگی۔ اُنکا ظہور بالکل اپنے جد امجد اور مورث اعلیٰ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی تصویر ہوگا اور اُسی صورت سے اعلاء کلمۃ الحق انکا نصب العین لیکن جس طرح رسول صلعم کو تلوار اٹھانا پڑی اُن لوگون کے ہاتھون مجبور ہوکر جو خود آپکی تحریک کو پامال کرنے کے لئے خونریزی و امن سوزی پہ آمادہ ہو گئے تھے اُسیطرح انکے مقابلہ مین خود وہ جنھین اپنے باطل اقتدار کی بنیادون مین اس حقانی طاقت کے ہاتھون زلزلہ محسوس ہوگا وہ اس کی بیخ کنی پر ہر امکانی جدوجہد سے آمادہ ہوجائینگے اور آپکے مقابلہ مین صف آرائی و فوج کشی مین اپنی منصوبہ بازیان صرف کردینگے جس کا ردعمل یہی ہے کہ اُنکی ہمتون کو پست اور اُنکی طاقتون کو مضمحل اور اُنکے ارادون کو شکست دیکر دین حق کو محفوظ اور اُسکے بول کو بالا رکھا جائے اور اس طرح لیظہرہ علی الدین کلہ کا وعدہ پورا ہو۔

یہ حقیقت حال سے ناواقفیت کا نتیجہ ہی کہ حضرت حجت کی ان لڑائیون پر اصول امن وامان کے تحت مین حرف گیری کیجائے جبکہ وہ لڑائیان مدافعانہ حیثیت رکھتی ہین اور امن وامان کی حفاظت کیلئے ان لوگون کی سرکوبی کیلئے ہین جو شخصی اقتدار اور ذاتی استبداد کی خاطر اجتماعی روح حیات کو فنا اور امن وامان کے نظم کو درہم برہم کرنا چاہتے ہین

اس طرح دین الٰہی کا دور دورہ تمام عالم مین منتشر ہوجائیگا اور حق و صداقت کا آفتاب آفتاب نیمروز بنکر دنیا مین چمکنے لگے گا، یہان تک کہ حکم الٰہی

پورا ہوا اور رہو لئے فنا سے آخری چراغ امامت کی کو بھی محفوظ نہ رہے لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ جب دنیا کی بھی زندگی ختم ہے اور قیامت کے ہولناک اسرار و آثار کے ظہور کا وقت ہے۔

اس مطلب کی طرف خود جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد حدیثوں مین بہت لطیف عنوان سے اشارہ فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ابن حجر مکی (مطبوعۂ مصر صفحہ ۱۱۱)

اخرج ابو یعلی عن سلمۃ بن الاکوع ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال النجوم امان لاھل السمآء واھل بیتی امان لامتی۔

"ستارے اہل آسمان کے لیے امن وامان کا باعث اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امن وامان کا ذریعہ ہین" اس روایت کو حضرت رسول سے ابو یعلی نے اپنی سند سے نقل کیا ہے۔

ایک دوسری روایت مین یون ہے۔

اھل بیتی امان لاھل الارض فاذا ھلک اھل بیتی جآء اھل الارض من الایات ما کانوا یوعدون۔

"میرے اہل بیت اہل زمین کی حفاظت وامان کا سبب ہین، بس جب میرے اہلبیت اُٹھ جائینگے تو اہل زمین کے لئے وہ نشانیان (آثار قیامت) ظاہر ہونا شروع ہو جائینگی جنسے اُن کو ڈرایا جاتا رہا ہے"

امام احمد بن حنبل کی روایت ہے:-

فاذا ذھب النجوم ذھب اھل السماء واذا ذھب اھل بیتی ذھب اھل الارض۔

"جب ستارے فنا ہونگے تو اہل آسمان کی فنا کا وقت ہے اور جب میرے اہلبیت اُٹھینگے تو بس پھر اہل زمین کے فنا ہونے کا وقت ہو۔"

علامہ ابن حجر نے صد ۹۲ مین ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

وذلک عند نزول المھدی لما یأتی فی احادیثہ ان عیسیٰ یصلی خلفہ ویقتل الدجال فی زمنہ وبعد ذلک تتابع الایات۔

"یہ صورت امام مہدی کے ظہور کے بعد ہوگی اسلئے کہ ان احادیث مین وارد ہوا ہے کہ عیسیٰ آپ کے پیچھے نماز پڑھینگے اور دجال آپ کے زمانہ مین قتل کیا جائیگا، بس اس دور کے بعد آیات قدرت (آثار قیامت) پے در پے ظاہر ہونا شروع ہوجائینگی اسکے ساتھ اُن احادیث پر بھی نظر ڈالنا چاہیئے جنمین خلفاء وائمہ حقیقی کی تعداد بتلائی گئی ہے کہ وہ بارہ ہونگے۔

ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول صہ ۴۴۵

عن الشعبی عن مسروق قال بینا نحن عند ابن مسعود نعرض مصاحفنا علیہ اذ قال لہ فتی ھل عھد الیکم نبیکم کم یکون من بعدہ خلیفۃ قال انک لحدیث السن وان ھذا الشیٔ ما سألنی عنہ احد قبلک نعم عھد الینا

نبینا صلے اللہ علیہ وسلم انہ یکون بعدہٗ اثنا عشر خلیفۃ بعدد نقباء بنی اسرائیل۔

"مسروق کی روایت ہے کہ ایک روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے قرآتون کو پیش کر کے تصحیح کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نے ابن مسعودؓ سے پوچھا" تمھارے نبی نے کسی قرار داد کے ذریعہ سے یہ بھی بتلایا ہے کہ اُنکے بعد کتنے خلیفہ ہونگے؟" ابن مسعود نے کہا "تم تو کمسن ہو اور یہ سوال ایسا ہے کہ جو تمھارے قبل کسی نے مجھ سے نہین کیا تھا۔ ہان بیشک ہمارے رسول نے ہم سے یہ عہد وپیمان قرار دیا ہے کہ آپکے بعد نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق ۱۲ خلیفہ ہونگے"

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ ویکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش "ہمیشہ دین قائم رہیگا یہان تک کہ قیامت آئے اور تمام لوگون کے رئیس بارہ خلیفہ ہونگے جو سب قریش سے ہونگے"

دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تمہید کے ساتھ افراد بشر مین ۱۲ خلفاء کے ہونے کی خبر دینا صاف طور سے بتلاتا ہے کہ وفات رسولؐ سے روز قیامت تک کا مجموعی مقدار کہ جس مین دین کا قیام وبقاء ہے پورے ۱۲ خلفاء پر منقسم ہے خصوصًا جب اسکے ساتھ ضمیمہ لگا یا جاتا ہے۔

سنن ابوداؤد کی روایت کا کہ

لایزال ھذا الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش

"ہمیشہ یہ دین عزت دار رہیگا جب تک کہ ۱۲ خلفار کا سلسلہ باقی رہے جو سب قریش سے ہین۔"

اور صحیحین کی دوسری حدیث۔

لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش

"لوگون کا دین اسوقت تک جاری و نافذ رہیگا کہ جب تک ۱۲ خلفار اُنکے والی ہین کہ جو سب قریش سے ہونگے۔"

اور تیسری روایت۔

ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش

"یہ امر دین منقضی نہین ہوسکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفار گذر نہ جائین جو سب کے سب قریش ہونگے۔"

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ دین کا قیام و بقار ان خلفار کے دم تک ہے اور پہلی حدیث مین تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقار روز قیامت تک ہے، اس سے صریحی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان بارہ خلفار کو وفات رسولؐ سے لیکر قیامت تک کی مجموعی مدت مین موجود رہنا چاہیئے۔

تاج و تخت کے مالک ظاہری خلفار کا حساب کیا جائے تو شروع سے لیکر

اسوقت تک کی مجموعی تعداد کئی درجنون تک پہونچتی ہے اور اب تو بالکل "آن قدح بشکست و آن ساقی نماند" کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہوگیا - اگر رسول کے کلام مین سچائی کا جوہر ہونا ضروری سمجھا جائے تو یہ احادیث ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی حقیت کے لئے نص صریح نظر آئینگے اور یہ معلوم ہوجائیگا کہ انہی کے وجود تک شیرازۂ عالم قائم ہے اور انکے بعد قیامت آنے کے سوا کچھ نہین ہے -

مہدی موعود کے ظہور کی پیشین گوئی

اور

اسلام کے متفقہ احادیث

مہدی موعود کا نام و نسب، اور انکے اوصاف و خصوصیات

اور ظہور کے علامات

مہدی موعود کے ظہور کا مسئلہ ایسا نہین ہے جو اسلامی دنیا مین کوئی اختلافی حیثیت رکھتا ہو، اس مین کسی خاص فرقے کو خصوصیت حاصل ہو بلکہ مسلمانون کے مستند احادیث جن پر انکے ارکان مذہبی اور اصول دیانتی کا دار و مدار ہے وہ اس نقطہ پر متفق ہین اور اسی لئے ہزارون اختلافون کے باوجود اصل مہدی کے

ظہور مین مسلمانون کے اندر کوئی اختلاف نہین ہے یہ احادیث مبہم صورت بھی نہین رکھتے کہ جنمین مہدی کی شخصیت کو غیر محدود افراد کے اندر مردد چھوڑ دیا ہو بلکہ انمین خصوصیات و اوصاف کے ذریعہ سے مہدویت کے دائرہ کو محدود سے محدود تر بنا دیا گیا ہے۔

سواد اعظم کے جوامع حدیث ان احادیث سے ملو ہین اور بہت سے اکابر حفاظ و شیوخ نے خاص حضرت مہدی کے متعلق رسالے اور کتابین تصنیف کی ہین جنمین سے امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ کی کتاب "البیان فی اخبار صاحب الزمان" خوش قسمتی سے میرے پیش نظر ہے جو ۱۳۲۴ھ مین دنیائے اسلام کے ممتاز مرکز علم و دار السلطنت مصر مین طبع ہوئی ہے۔

اس کتاب کا تذکرہ خود مصنف نے اپنی مشہور کتاب کفایۃ الطالب کے آخر مین کیا ہے اور کاتب چلپی کی کتاب کشف الظنون مین بھی اس کا ذکر بایں الفاظ موجود ہے البیان فی اخبار صاحب الزمان للشیخ ابی عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی المتوفی سنۃ ثمان و خمسین و ثمانمائۃ

چنانچہ سر دست اسی کتاب البیان اور دیگر چند مستند کتب سے جو سامنے موجود ہین ایک فہرست اُن احادیث کی جو امام مہدی کے متعلق وارد ہوئی ہین نذر ناظرین کرتا ہون جس سے اندازہ ہوگا کہ امام مہدی کا ظہور کوئی فرقہ شیعہ کی بنگڑھت نہین ہے بلکہ اسلامی متفقہ احادیث اس عقیدہ مین اُن کے ہم آواز ہین۔

(۱)

اخرج احمد والباوردی انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال بشروا بالمہدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف من الناس و زلزال فیملأ الارض عدلا وقسطا کما ملأت ظلما وجورا ویرضی عنہ ساکن الارض والسماء ویقسم المال صحاحا بالسویۃ ویملأ قلوب امۃ محمد غنی ویسعہم عدلہ

المبارک ہو تم کو مہدی کا ظہور، وہ ایک شخص ہوگا قریش مین کا میری عترت مین سے اور نوع بشر کے اختلاف و تلاطم کے وقت ظاہر ہوکر زمین کو عدل و انصاف سے مملو کر دیگا جس طرح وہ اسکے قبل ظلم وجور سے مملو ہو چکی ہوگی۔ اس سے زمین و آسمان دونون کے رہنے والے خوش ہونگے، وہ پوری پوری مساوات کے ساتھ اموال کو تقسیم کریگا اور مسلمانون کے دلون کو غنی کر دیگا، اور اونکو عدل و انصاف سے گھیر دے گا۔"

اس روایت کی امام احمد بن حنبل اور باوردی نے تخریج کی ہے ملاحظہ ہو صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر صـ ۱۰۲ و اسعاف الراغبین محمد بن علی صبان مصری مطبوعہ مصر برحاشیہ نورالابصار صـ ۱۳۶) نورالابصار مین سید مومن شبلنجی نے اس روایت کو مسند احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے اور ابتدائی الفاظ یہ ہین کہ ابشرکم بالمہدی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما

نور الابصار صفحہ ۱۵۵) اور حافظ گنجی نے ان لفظوں سے نقل کیا ہے ابشرکم بالمھدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس وزلازل الخ اور اسکو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ھذا حدیث حسن ثابت اخرجہ شیخ اھل الحدیث فی مسندہ (کتاب البیان صفحہ ۳۸)

(۲)

عن علی علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو لم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ رجلا من اھل بیتی یملأھا عدلا کما ملأت جورا ھکذا اخرجہ ابوداؤد فی سننہ۔

"حضرت علی کی روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا اگر زمانہ مین ایکدن سے زیادہ باقی نہ رہا ہو تو جب بھی میرے اہلبیت مین سے ایک شخص مبعوث ضرور ہوگا جو زمین کو عدل سے مملو کردے جس طرح اس مین جور وستم کا دور دورہ ہو چکا ہوگا، حافظ ابوداؤد نے سنن مین اسکی تخریج کی ہے" (کتاب البیان حافظ گنجی صفحہ ۱۰۱، نور الابصار شبلنجی صفحہ ۱۵۴) ایک روایت مین من اھل بیتی کی جگہ من عترتی ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اخرج ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۱) اور اسی صورت پر علامہ صبان نے بھی اس کو درج کیا ہے (اسعاف الراغبین حاشیہ صفحہ ۱۳۴)

(۳)

ابوہریرہ کی روایت لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یلی رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی۔

"اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن باقی ہو تب بھی خدا اُس دن کو طولانی کر دیگا یہاں تک کہ ظاہر ہو میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جس کا نام میرے نام کا سا ہوگا۔"

حافظ گنجی نے کہا ہے۔ ھذا حدیث صحیح ھکذا اخرجہ الحافظ محمد ابو عیسیٰ الترمذی فی جامعہ الصحیح (کتاب البیان ص۹)

(۴)

جابر صدفی کی روایت سیکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوک جبابرۃ ثم یخرج المھدی من اھلبیتی یملأ الارض عدلا کما ملأت جورا۔

"میرے بعد کچھ خلفا ہونگے پھر کچھ امراء کا سلسلہ شروع ہوگا، اُنکے بعد جابر و ظالم بادشاہ ہونگے پھر میرے اہلبیت میں سے مہدی کا ظہور ہوگا، جو زمین کو عدل سے مملو کر دیگا جیسا کہ وہ جور و ستم سے مملو ہو گئی ہوگی۔"

حافظ گنجی نے لکھا ہے ھکذا رواہ ابو نعیم فی فوائدہ والطبرانی فی معجمہ الکبیر و رویناہ عالیا من ھذا الوجہ (کتاب البیان ص۵۱)

نورالابصار صفحہ ۱۵۵ مین بھی یہ حدیث انھی دونون حوالون سے مذکور ہے لیکن اُس مین اسناد اس کا جابر بن عبداللہ انصاری کی طرف ہے۔

(۵)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو مخاطب کرکے ایک طویل حدیث کے ذیل مین فرمایا ہے۔

منّا سبطا ھذہ الامۃ ابناك الحسن والحسین وھما سیدا شباب اھل الجنۃ وابو ھما والذی بعثنی بالحق خیر منھما یا فاطمۃ والذی بعثنی بالحق ان منھما مھدی ھذہ الامۃ اذا صارت الدنیا ھرجا ومرجا وتظاھرت الفتن وتقطعت السبل واغار بعضھم علی بعض فلا کبیر یرحم صغیرا ولا صغیر یوقر کبیرا یبعث اللہ عند ذلك منھما من یفتح حصون الضلالۃ وقلوبا غلقا یقوم بالدین فی اٰخر الزمان کما قمت بہ فی اول الزمان ویملاھا عدلا کما ملأت جورا۔

"ہم ہی مین سے سبطین ہین یعنے تمھارے دونون فرزند حسن وحسین اور یہ دونون جوانان اہل جنت کے سردار ہین اور خدا کی قسم انکا باپ ان سے بھی افضل ہے اور بخدا انھی دونون کی نسل سے مہدی امت ہوگا۔ اُسوقت کہ جب نظم دنیا درہم و برہم اور فتنہ و فساد کا سلسلہ قائم ہوگا اور راستے بند ہون

اور لوگ لوٹ مار مین مشغول ہونگے، نہ بڑا چھوٹے پر شفقت اور نہ چھوٹا بڑے کی بزرگداشت کرتا ہوگا، اُسوقت اِن دونون کی نسل سے خدا اُس کو مبعوث کریگا جو ضلالت و گمراہی کی قلعون اور قفل پڑے ہوئے دلون کو فتح کر لیگا وہ آخر دور مین دین کو اُسی طرح قائم کریگا۔ جس طرح مین نے اول دور مین قائم کیا۔ وہ دنیا کو عدل سے اُسی طرح معمور کردیگا جیسا وہ ظلم سے مملو ہو چکی ہوگی "

حافظ گنجی نے اِس پوری حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے ھکذا ذکرہ صاحب حلیۃ الاولیاء فی کتابہ للتراجم بذکر نعت المھدی و اخرجہ الطبرانی شیخ اھل الصنعۃ فی معجمہ الکبیر" اس کو حافظ ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے اپنی کتاب حالات امام مہدی مین درج کیا ہے اور اسکی علم حدیث کے کامل الفن استاد طبرانی نے معجم کبیر مین تخریج کی ہے اور اس فقرہ کی شرح مین کہ وہ حسن وحسین دونون کی نسل سے ہوگا حاشیہ پر لکھا ہے وذلک لان ام الباقر بنت الحسن المجتبی فھو ومن بعدہ من الائمۃ من نسلھا "بات یہ ہے کہ امام باقر کی والدہ امام حسن کی صاحبزادی تھین اسلئے وہ اور اُنکے بعد کے ایمہ سب حسن وحسین دونون کی نسل مین سے ہین " (کتاب البیان ص ۱)

۶

الحاکم فی صحیحہ یحل بامتی فی اٰخر الزمان بلاء شدید من سلاطینھم لم یسمع بلاء اشد منہ حتی لا یجد الرجل ملجاء فیبعث اللہ رجلا من عترتی اھل بیتی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملأت ظلما وجورا

"میری امت آخر زمانہ مین سلاطین کے ہاتھون ایک عظیم بلا مین مبتلا ہو گی جس سے زیادہ بلا سنائی نہ دی گئی ہو گی یہان تک کہ کسی کو کوئی جائے پناہ نہ ملے گی،

اس موقع پر خدا میری عترت اور اہلبیت مین سے ایک شخص کو مبعوث کریگا، جو زمین کو عدل و انصاف سے مملو کر دے جس طرح وہ ظلم و جور سے مملو ہو گئی ہو گی" اس حدیث کی حاکم نے مستدرک مین تخریج کی ہے (صواعق محرقہ صنا) اور اسعاف الراغبین مین اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ورویٰ الطبرانی والبزار نحوہ (حاشیہ نور الابصار صہ۱۳۴-۱۳۵)

اس حدیث کے مثل ابو سعید خدری کی دوسری روایت ہے قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاء یصیب الامۃ حتی لا یجد الرجل الخ اس کو حافظ گنجی نے کتاب البیان مین نقل کیا ہے (صہ۲۳) اور اسی روایت کو حافظ شام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الصحاح والحسان مین جس کا قدیم قلمی نسخہ میرے سامنے ہے حسان کے ذیل مین درج کیا ہے۔

(۷)

المهدی رجل من عترتی یقاتل علی سنتی کما قاتلت انا علی الوحی
"مہدی میری عترت میں سے ہوگا وہ میری سنت پر جہاد کریگا جس طرح میں نے وحی کی بنا پر جہاد کیا۔" اس کی نعیم بن حماد نے تخریج کی ہے (صواعق محرقہ صنا)

(۸)

ام سلمہ کی روایت المهدی من عترتی من ولد فاطمة "مہدی میری عترت میں فاطمہ کی نسل سے ہوگا۔"
حافظ گنجی نے ایک طریق سے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے هٰذا حدیث حسن صحیح اخرجہ ابن ماجة الحافظ فی سننه کما اخرجاه پھر ایک دوسرے طریق سے اس روایت کو درج کیا ہے اور پھر لکھا ہے۔ هٰذا حدیث حسن صحیح اخرجه الحافظ ابو داؤد فی سننه (کتاب البیان ص۱۵-۱۶)
ابن ماجہ والی روایت سنن ابن ماجہ مطبوعۂ مصر (ج ۲ ص۲۶۹) میں موجود ہے بے شک اسکی لفظیں یہ ہیں المهدی من ولد فاطمة۔
علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو من عترتی کی لفظ کے ساتھ درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔
اخرجه مسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجه والبیهقی واخرون

(صواعق محرقہ ص۱۰۱)

حافظ سیوطی نے بھی کتاب المصابیح والحسان مین اس روایت کو حسان کے ذیل مین درج کیا ہے۔

(۹)

حذیفہ بن الیمان کی روایت المهدی من ولدی وجهه کالقمر الدری اللون لون عربی والجسم جسم اسرائیلی یملأ الارض عدلا کما ملأت جورا یرضی بخلافته اهل السموات واهل الارض۔

"مهدی میری اولاد مین سے چہرہ اُس کا مثل ماہتاب کے روشن ہوگا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی وہ زمین کو عدل وانصاف سے مملو کردیگا جس طرح وہ ظلم وجور سے مملو ہوگی۔ اُس کی خلافت سے اہل آسمان واہل زمین سب ہی راضی وخوشنود ہونگے۔"

اس کی ابن شیرویہ دیلمی نے فردوس الاخبار مین تخریج کی ہے (کتاب البیان حافظ کنجی ص۲۳، نور الابصار شبلنجی ص۱۵۴) علامہ ابن حجر نے اس کو رویانی وطبرانی وغیرہما کے حوالہ سے درج کیا ہے اُس کی لفظین یہ ہین المهدی من ولدی، وجهه کالکوکب الدری

(صواعق محرقہ ص۱۰۱) اور اسی کے مثل علامہ صبان نے نقل کیا ہے۔ (اسعاف الراغبین حاشیہ ص۱۳۵)

(۱۰)

ابو ایوب انصاری کی روایت کہ حضرت نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو مخاطب کرکے فرمایا منا سبطا ھذہ الامۃ الحسن والحسین وھما ابناک ومنا المھدی۔

"ہم میں سے سبطین حسن وحسین ہیں جو تمھارے فرزند ہیں اور ہم میں سے مہدی ہیں۔"

ھکذا رواہ الطبرانی فی معجمہ الصغیر (کتاب البیان ص۱۴۱ وصواعق محرقہ ص۱۰۱)

(۱۱)

انس بن مالک کی روایت نحن ولد عبد المطلب سادۃ اھل الجنۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمھدی۔

"ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں میں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی۔"

حافظ کنجی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ھذا حدیث صحیح اخرجہ ابن ماجہ الحافظ فی صحیحہ کما سقناہ ورویناہ عالیا بحمد اللہ واخرجہ الطبرانی عن جعفر بن عمر بن الصباح عن سعد بن عبد الحمید کما اخرجناہ ورواہ ابو نعیم الحافظ فی مناقب المھدی بطرق شتیٰ۔

(کتاب البیان ص۸۱) سنن ابن ماجہ مطبوعۂ مصر کے ج ۲ ص۲۶۹ مین یہ روایت موجود ہے اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ مین اس کو دیلمی وغیرہ کے حوالہ سے درج کیا ہے (ص۹۸)

(۱۲)

حضرت علیؑ کی روایت قلت یا رسول اللہ امنّا آل محمد المهدی ام من غیرنا فقال رسول اللہؐ لا بد منا بنا یختم اللہ الدین کما فتح اللہ بنا۔

"مین نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا مهدی ہم آل محمد سے ہوگا یا ہمارے غیر سے، حضرت نے فرمایا یقیناً وہ ہم مین سے ہوگا، ہم ہی پر خدا دین کو ختم کریگا جس طرح ابتدا دین کی ہم سے کی۔"

حافظ کنجی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے۔ هذا حدیث حسن عال رواہ الحفاظ فی کتبهم فاما الطبرانی فقد ذکرہ فی المعجم الاوسط واما ابونعیم فرواہ فی حلیۃ الاولیاء واما عبد الرحمن بن حاتم فقد ساقہ فی عوالیہ کما اخرجناہ (کتاب البیان ص۳۹-۴۰)

نور الابصار مین بھی مذکورۂ بالا روایت کو نقل کرتے ہوئے حافظ کنجی کی اس عبارت کو درج کیا ہے (ص۱۵۵) اور علامہ ابن حجر نے طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

المهدی منا یختم الدین بنا کما فتح بنا (صواعق محرقہ ص۱۰۱) یہی روایت علامہ صبان نے بھی نقل کی ہے (اسعاف الراغبین حاشیہ ص۱۳۴)

(۱۳)

سیکون من بعدی خلفآء ثم من بعد الخلفاء امرآء ثم من بعد الامرآء ملوک ومن بعد الملوک جبابرۃ ثم یخرج رجل من اہل بیتی یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا۔

"میرے بعد خلفاء ہونگے، پھر امراء، پھر بادشاہ پھر سرکش وجبار لوگ، پھر ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ظاہر ہو گا جو زمین کو ظلم وستم کے بجائے عدل وانصاف سے بھر دے۔

اس کی تخریج طبرانی نے کی ہے (صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۱۰۲)

۱۴

عبداللہ بن عباس کی روایت لن تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسیٰ فی آخرھا والمھدی فی وسطھا

"وہ امت کبھی ہلاک نہیں ہو سکتی جسکے اول میں میں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم اور وسط میں مہدی ہو"

حافظ گنجی نے اس کے نقل کے بعد لکھا ہے۔ ھذا احدیث حسن رواہ الحافظ ابو نعیم فی عوالیہ واحمد بن حنبل فی مسندہ (کتاب البیان ص۴۲)

علامہ صبان نے بھی اسعاف الراغبین میں اس حدیث کو نقل کیا ہے

(حاشیۂ نورالابصار صـ۱۳۶)

اس حدیث مین امام مہدی کو وسط مین اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ حضرت کا ظہور پہلے ہوگا اور پھر عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترینگے اور حضرت کی مساعدت و نصرت فرمائینگے۔

(۱۵)

ابوسعید خدری کی روایت منّا الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفہ
"ہم مین سے وہ ہے جسکے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھینگے"
اخرجہ الحافظ ابو نعیم فی کتاب مناقب المھدی (کتاب البیان صـ۳۲)

(۱۶)

ابوسعید خدری کی روایت۔ منا مھدی الامۃ الذی یصلی عیسیٰ خلفہ ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من ھذا مھدی الامۃ
"ہم مین سے مہدی امت ہے کہ جسکے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھین گے، پھر حضرت نے امام حسینؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ مہدی امت اسکی اولاد مین سے ہوگا"
اخرجہ الدارقطنی صاحب الجرح والتعدیل (کتاب البیان حافظ کنجی صـ۳۵)

(۱۷)

عبداللہ بن مسعود کی روایت انّا اھل بیت اختار اللہ لنا الاخرۃ علی الدنیا وان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاء وتشرید او تطرید احتی یاتی قوم من قبل المشرق معھم رایات سود فیسألون الخیر فلا یعطونہ فیقاتلون فینصرون فیعطون ما سألوا فلا یقبلونہ حتی یدفعوھا الی رجل من اھل بیتی فیملأھا قسطا کما ملؤھا جورا

"ہمارے گھرانے کے لئے خدا نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو منتخب کیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد جلا وطنی وبیکسی ومصیبت کے تکالیف برداشت کرنا ہونگے یہان تک کہ مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نمودار ہون جن کیساتھ سیاہ نشان ہونگے وہ لوگون سے حقوق کا مطالبہ کرینگے۔ لیکن لوگ اُنکی بات کو رد کردینگے، اُس وقت وہ جنگ کرینگے اور لوگ اب اُنکی بات ماننے پر طیار ہونگے لیکن وہ منظور نہ کرینگے جب تک کہ حکومت کو میرے اہلبیت میں سے ایک شخص کے سپرد نہ کردین جو زمین کو ظلم کے بجائے عدل وانصاف سے مملو کردیگا۔"

اس روایت کو حافظ ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن مین جو صحاح ستہ مین داخل ہے درج کیا ہے (سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ ۲۶۹) اور علامہ ابو الحسن محمد بن عبد الہادی حنفی سندی نے حاشیہ مین جو اس کتاب کے ساتھ طبع ہوا ہے اِس روایت کے ایک اور طریق کا پتہ دیا ہے جسے حاکم نے مستدرک

مین درج کرکے اُسکی صحت کا ثبوت دیاہے اور اس روایت کو حافظ کنجی نے بھی اپنے طریق سے کتاب البیان مین درج کیا ہے (صلا۲)

(۱۸)

ابن مسعود کی روایت لاتذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی۔

"دنیا فنا نہین ہوسکتی تا اینکہ حکومت عرب کا مالک ایک شخص ہو میرے اہلبیت مین سے جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا"

حافظ کنجی لکھتے ہین قال الحافظ ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح قال وفی الباب عن علی وابی سعید وام سلمۃ وابی ھریرۃ "ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مضمون کی روایت علی اور ابوسعید خدری وام سلمہ وابو ہریرہ سے بھی مذکور ہے۔ (کتاب البیان ص۹) ایک دوسرے طریق سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

ھذا حدیث حسن صحیح اخرجہ ابو داؤد فی سننہ (کتاب البیان ص۱۰ و نور الابصار شبلنجی ص۱۵۵) علامہ ابن حجر نے اس روایت کو احمد و ابو داؤد و ترمذی سے نقل کیا ہے (صواعق محرقہ ص۹۸) حافظ سیوطی نے کتاب الصحاح والحسان مین اس روایت کو حسان کے ذیل مین درج کیا ہے۔

(۱۹)

ثوبان کی روایت ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتلہ قوم ثم ذکر شیئا لا احفظہ ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رأیتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی

"پھر سیاہ علم مشرق کی طرف سے ظاہر ہونگے اور اس طرح تم لوگون کو قتل کرینگے کہ کسی نے قتل نہ کیا ہوگا پھر کچھ کہا جو راوی کا بیان ہے کہ مجھکو یاد نہین رہا اسکے بعد فرمایا کہ جب تم اُس کو دیکھنا تو اُسکی بیعت کرنا اس لئے کہ وہی خلیفۂ خدا مہدی ہوگا"

حافظ گنجی لکھتے ہین۔ ھذا احدیث حسن صحیح اخرجہ الحافظ ابن ماجہ القزوینی فی سننہ کما سقناہ

دوسری روایت مین درمیانی فقرہ مذکور ہے کہ ثم یجیئ خلیفۃ اللہ المھدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ فانہ خلیفۃ اللہ المھدی

"پھر خلیفۂ خدا مہدی آئینگے تو جب تم ایسی بات سننا فوراً اُنکے پاس جانا کیونکہ وہ حقیقۃً خلیفۂ خدا مہدی ہونگے" (کتاب البیان صـــ۱۹)

اسی حدیث سے ملتی جلتی حدیث نور الابصار شبلنجی صـــ۱۵۴ مین بھی درج ہے۔ حافظ ابن ماجہ والی حدیث سنن ابن ماجہ ا ج ۲ صـــ۲۶۹ مین موجود ہے علامۂ سندی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کذا ذکرہ السیوطی

وفی الزوائد ھذا اسناد صحیح رجالہ ثقات ورواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین"۔ اس کو سیوطی نے بھی اس صورت پر درج کیا ہے اور زوائد مین لکھا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہین اور اس روایت کو حاکم نے مستدرک مین بھی درج کیا ہے اور کہا کہ یہ امام بخاری و مسلم دونون کے شرائط کے موافق صحیح ہے۔"

(۲۰)

ابوسعید خدری کی روایت المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملأت جورا وظلما۔

"مہدی مجھ سے ہوگا۔ کشادہ پیشانی اور بلند بینی، وہ زمین کو ظلم وجور کے بجائے عدل وانصاف سے مملو کر دیگا"

حافظ گنجی کا بیان ہے ھذا حدیث ثابت حسن صحیح اخرجہ الحافظ ابوداؤد السجستانی فی صحیحہ کما سقناہ ورواہ غیرہ من الحفاظ کالطبرانی وغیرہ (کتاب البیان صہ ۲۳)

شبلنجی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے قال الترمذی حدیث ثابت صحیح ورواہ الطبرانی فی معجمہ وغیرہ (نور الابصار صہ ۱۵۴) اور حافظ سیوطی نے بھی کتاب الصحاح والحسان مین اس روایت کو حسان کے ذیل مین درج کیا ہے۔

(۲۱)

حذیفہ کی روایت لولم یبق من الدنیا الا یوم واحد لبعث اللہ فیہ رجلا اسمہ اسمی وخلقہ خلقی یکنی اباعبد اللہ یبایع لہ الناس بین الرکن والمقام یرد اللہ بہ الدین ویفتح لہ فتوح فلا یبقی علی ظھر الارض الا من یقول لا الہ الا اللہ فقام سلمان فقال یا رسول اللہ من ای ولدک ھو قال من ولد ابنی ھذا وضرب بیدہ علی الحسین۔

"حضرت نے فرمایا اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن سے زیادہ نہ باقی ہو تب اسی ایک دن مین خدا ایک شخص کو مبعوث کریگا جس کا نام میرا نام اور اخلاق میرے اخلاق کے ایسے ہونگے، اسکی کنیت ابوعبداللہ ہوگی، لوگ اسکی بعیت رکن ومقام کے درمیان مین کرینگے، خدا اسکے باعث سے دین کو پلٹا دیگا اور بہت سے ملک فتح ہونگے اور روے زمین پر کوئی نہ رہیگا جو لا الہ الا اللہ نہ کہتا ہو، سلمان نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ وہ آپکے کس فرزند کی نسل سے ہوگا، حضرت نے فرمایا اس میرے بچے کی اولاد مین سے اور اپنا ہاتھ امام حسینؑ کے ہاتھ پر رکھا۔"

حافظ گنجی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے ھذا حدیث حسن، وقعنا عالیا بحمد اللہ (کتاب البیان صفحہ ۴۳)



(۲۲)

عبداللہ بن عمر کی روایت یخرج المہدی علی راسہ غمامۃ فیہا مناد ینادی ھذا المہدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ

"مہدی ظاہر ہونگے اس صورت سے کہ اُنکے سر پر ایک ابر ہوگا جس میں سے ایک منادی پکارتا ہوگا یہ مہدی خلیفہ خدا ہیں انکا اتباع کرو۔"

حافظ گنجی لکھتے ہیں ھذا حدیث حسن ما رویناہ الامن ھذا الوجہ اخرجہ ابونعیم فی مناقب المہدی (کتاب البیان صـ۴۵)

(۲۳)

عبداللہ بن عمر کی دوسری روایت یخرج المہدی وعلی راسہ ملک ینادی ان ھذا المہدی فاتبعوہ۔ "مہدی ظاہر ہونگے اس طرح کہ اُنکے سر پر ایک ملک ہوگا جو پکارتا ہوگا کہ یہ مہدی ہیں انکا اتباع کرو۔"

حافظ گنجی لکھتے ہیں۔ ھذا حدیث حسن روتہ الحفاظ والائمۃ من اھل الحدیث کابی نعیم والطبرانی وغیرھما (صـ۴۶)

(۲۴)

امیر المومنین حضرت علیؑ کی روایت اذا نادی منادٍ من السماء ان الحق فی آل محمد فعند ذلک یظہر المہدی۔

"جب منادی آسمان سے ندا کرے کہ حق آل محمد میں ہے اُسوقت مہدی کا

ظہور ہوگا۔"

رواہ الحافظ الطبرانی فی المعجم واخرجہ ابونعیم فی مناقب المھدی۔ (کتاب البیان ص۴۶)

(۲۵)

حضرت علی کی روایت اذا قام قائم آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم جمع اللہ اھل المشرق واھل المغرب۔

"جب قائم آل محمد کا ظہور ہوگا تو خدا اہل مشرق و اہل مغرب کو (ایک رایت کے نیچے) جمع کردیگا۔ اخرجہ ابن عساکر (صواعق محرقہ ص۱۰۱)

سابقہ روایات سے جو مستند کتب وجوامع حدیث میں مندرج ہیں یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ گیا کہ امام مہدی کا نام جناب رسالتمآبؐ کے نام سے متحد ہوگا۔ آنمین صریحی طور پہ بتلایا گیا ہے کہ یواطئ اسمہ اسمی وہ میرا ہمنام ہوگا۔"

اس کے ساتھ بعض روایات میں یہ ضمیمہ پایا جاتا ہے کہ "واسم ابیہ اسم ابی" اُسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا۔ اور اس طرح امام مہدی کو محمد بن عبد اللہ ہونا چاہیئے لیکن اصول، درایت ورجال پہ جانچنے کے بعد یہ زیادتی بے حقیقت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حافظ گنجی نے بہت کافی بحث کے ساتھ اس حقیقت کو روشن کردیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

زاد زائدة فی روایتہ لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلك الیوم حتی یبعث اللہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما قلت وقد ذکر الترمذی الحدیث ولم یذکر قولہ واسم ابیہ اسم ابی وذکرہ ابو داؤد فی معظم روایات الحفاظ والثقات من نقلۃ الاخبار اسمہ اسمی فقط والذی رواہ واسم ابیہ اسم ابی فھو زائدۃ وھو یزید فی الحدیث۔

"زائدہ نے اس روایت میں یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ" اُسکے باپ کا نام میرے باپ کا سا ہوگا" لیکن حافظ ترمذی نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے اُس میں اس فقرہ کا پتہ نہیں ہے اور ابو داؤد نے بھی اکثر حفاظ وثقات اخبار کے جو روایات نقل کئے ہیں۔ اُنمیں بس اسمہ اسمی کا فقرہ ہے، اُس دوسرے فقرہ کو جس نے نقل کیا ہے وہ زائدہ ہے اور اُسکی عادت تھی کہ وہ احادیث میں زیادتی کردیا کرتا تھا"

پھر روایت کے معنی میں تاویل کے طور پر کچھ توجیہات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے وھذا کلہ تکلف فی تاویل ھذہ الروایۃ والقول الفصل فی ذلك ان الامام احمد مع ضبطہ واتقانہ یروی ھذا الحدیث فی مسندہ فی عدۃ مواضع و اسمہ اسمی اخبرنا بذلك العلامۃ حجۃ العرب شیخ الشیوخ ابو محمد عبد العزیز

بن محمد بن عبد المحسن الانصاری قال اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن ابی محمد الحربی اخبرنا ابو القاسم بن الحصین اخبرنا ابن المذهب اخبرنا ابن حمدان حدثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل حدثنا یحیی بن سعید حدثنا سفیان عن عاصم عن ذر عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتذهب الدنیا ولاتنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل من اهل بیتی یواطئ اسمه اسمی وجمع الحافظ ابو نعیم طرق هذا الحدیث عن الجم الغفیر فی مناقب المهدی کلهم عن عاصم بن ابی النجود عن ذر عن عبد اللہ عن النبی ص فمنهم سفیان بن عیینہ کما اخرجناه وطرقه عن سفیان بطرق شتی ومنهم قطر بن خلیفة وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم الاعمش وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم ابو اسحٰق سلیمان بن فیروز الشیبانی وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم حفص بن عمر ومنهم سفیان الثوری وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم شعبة وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم واسط بن الحرث ومنهم یزید بن معاویة ابو شیبة له فیه طریقتان ومنهم سلیمان قرم وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم جعفر الاحمر وقیس بن الربیع وسلیمان بن قرم واسباط جمعهم فی سند واحد ومنهم سلام ابو المنذر ومنهم ابو شهاب محمد بن ابراهیم الکنانی وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم عمر بن عبید الطنافسی وطرقه عنه بطرق شتی ومنهم عثمان بن شبرمة وطرقه عنه بطرق

شتی و ذکر سند او قال فیہ حدثنا ابو غسان حدثنا قیس ولم ینسبہ ومنہم عمرو بن قیس الملائی ومنہم عمار بن زریق ومنہم عبداللہ بن حکیم بن جبیر الاسدی ومنہم عمیر بن عبداللہ بن بشر ومنہم ابو الاحوص ومنہم سعد بن الحسن بن اخت ثعلبہ ومنہم معاذ بن ہشام قال حدثنی ابی عن عاصم ومنہم یوسف بن یونس ومنہم غالب بن عثمان ومنہم حمزۃ الزیات ومنہم شیبان ومنہم الحکم بن ہشام ورواہ غیر عاصم عن زید وہو عمرو بن برۃ عن زید کل ہؤلاء رووا اسمہ اسمی الا ما کان عن عبید اللہ بن موسی عن زائدۃ عن عاصم فانہ قال واسم ابیہ اسم ابی ولا یرتاب اللبیب ان ہذہ الزیادۃ لا اعتبار بہا مع اجتماع ہؤلاء الائمۃ علی خلافہا۔

"واقعہ یہ ہو کر یہ تاویلات تکلف سے خالی نہیں ہیں اور فیصلہ کن بات تو یہ ہے کہ امام احمد نے باوجود کمال ضبط واتقان کے اس حدیث کو اپنے مسند میں چند جگہ نقل کیا ہو اور اس میں اتنا ہی ہے کہ واسمہ اسمی وہ میرا ہمنام ہوگا"

اور اس کی روایت ہمیں اپنے اسناد خاص سے بھی حاصل ہے جسکی لفظیں یہ ہیں کہ لا تذہب الدنیا یا لا تنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل من اہل بیتی یواطئ اسمہ اسمی اور حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب

مناقب المہدی مین اس حدیث کے طرق کو ایک جم غفیر اور کثیر تعداد مین مشائخ واصحاب حدیث سے جمع کیا ہے جنکی متفقہ طور پر انتہا عاصم بن ابی النجود اور انکے بعد زرا اور پھر عبد اللہ بن مسعود اور انکے واسطہ سے جناب رسالتمآب پر ہے اُن مشائخ کی فہرست یہ ہے۔

سفیان بن عیینہ۔ قطر بن خلیفہ۔ اعمش۔ ابو اسحق سلیمان بن فیروز شیبانی حفص بن عمر سفیان ثوری۔ شعبہ۔ واسط بن حرث۔ ابو شیبہ یزید بن معاویہ۔ سلیمان قرم۔ جعفر احمر۔ قیس بن ربیع۔ اسباط۔ سلام ابو المنذر ابو شہاب محمد بن ابراہیم کنانی۔ عمر بن علیبد طنافسی۔ ابو بکر ابن عیاش عثمان بن شبرمۃ۔ قیس۔ عمر بن قیس ملائی۔ عمار بن زریق۔ عبد اللہ بن حکیم بن جبیر اسدی۔ عمیر بن عبد اللہ بن بشر ابو الاحوص۔ سعد بن حسن بن اخت ثعلبہ۔ معاذ بن ہشام۔ یوسف بن یونس۔ غالب بن عثمان۔ حمزۃ الزیات۔ شیبان حکم بن ہشام۔

ان سب نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے کہ اسمی اسمی۔ بس ایک طریق جو عبد اللہ بن موسیٰ اور پھر زائدہ اور انکے واسطہ سے عاصم پر مشتمل ہے اُس مین یہ ہے کہ واسم ابیہ اسم ابی اور کسی عاقل شخص کو اس مین شبہہ نہین ہو سکتا کہ اس زیادتی کا کوئی اعتبار نہین ہے جبکہ اتنے بڑے بڑے ایمہ حدیث اُسکے خلاف متفق ہین ؎

درحقیقت چونکہ خلفائے بنی عباس کے بعض خوشامدی ہوا خواہون نے بہت سے احادیث کو جنمین مہدی کا وصف آیا ہے منصور دوانیقی کے بیٹے مہدی عباسی پر منطبق کرنا چاہا تھا۔ اور وہ اُن احادیث کی موافقت کر سکے عدل وانصاف اور امن وامان کو سراہتے تھے تو اس غرض کو پوری طرح حاصل کرنے کے لئے روایت کے اندر اضافہ کی ضرورت محسوس کی گئی اور واسمِ ابیہ اسمِ ابی کا فقرہ بڑھا کر روایت کو بالکل منطبق بنا دیا گیا۔ کیونکہ مہدی عباسی کا نام محمد بن عبداللہ المنصور ہے لیکن تفحص و تحقیق کے جھونکے اس قسم کی کارروائیون کو تارِ عنکبوت کی طرح پراگندہ کردینے کے ذمہ دار ہین۔

عیسی بن مریم اور مہدی موعود

مذکورۂ بالا احادیث متفقہ طور سے اس امر کو بتلا رہے ہین کہ مہدی آخر الزمان نسبی اعتبار سے جناب رسالتمآب کی عترت واہلبیت مین سے اور اس طرح یقینا فاطمی النسل ہونگے اور اسی سے ظاہر ہے کہ عیسٰی بن مریم جنکے زمین پر اترنے کی پیشین گوئی بھی متواتر احادیث مین موجود ہے وہ مہدی موعود کے علاوہ ہین اور ان دونون مین کوئی تعلق نہین ہے۔

اس کے ساتھ جب اُن احادیث پر نظر کی جاتی ہے کہ جنمین عیسٰی بن مریم کا

امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا مذکور ہے تو یہ حقیقت اور بھی زیادہ صاف و روشن ہوجاتی ہے۔

چنانچہ دو حدیثین اس مضمون کی سابقہ فہرست مین درج ہوچکی ہین۔

(۱) منّا الذی یصلے عیسٰی بن مریم خلفہ (۲) منا مہدی الامۃ الذی یصلے عیسٰی خلفہ۔ اسکے علاوہ۔

تیسری حدیث نافع مولی ابی قتادۃ الانصاری ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔

"ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کیا صورت حال ہوگی تمھاری اسوقت جب عیسی بن مریم اترینگے اور پیشوا تمھارا اسوقت تمھین مین سے ہوگا"

حافظ گنجی لکھتے ہین۔ ھذا حدیث حسن متفق علی صحتہ من حدیث محمد بن شہاب الزہری رواہ البخاری ومسلم فی صحیحیہما کما اخرجناہ

"اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے اور اسکو بخاری ومسلم دونون نے اپنی صحیحون مین درج کیا ہے (کتاب البیان صـ۲۷)

چوتھی حدیث جابر بن عبد اللہ کی روایت لاتزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرہم تعال صل بنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ

ھذہ الامۃ

"میری امت مین سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم رہیگی اور اس سلسلہ مین جہاد کرتی ہوگی۔ عیسیٰ بن مریم آسمان سے اترینگے تو اُسوقت مسلمانون کا حاکم و پیشوا اُنسے کہیگا کہ آئیے آپ ہم کو نماز پڑھائیے، وہ کہینگے کہ نہین، یہ اس اُمت کا اعزاز ہے خدا کی جانب سے کہ اس اُمت کا امام و پیشوا اسی امت مین سے ہوسکتا ہے۔ غیر نہین ہوسکتا۔"

حافظ گنجی نے کہا ہے ھذا حدیث حسن صحیح اخرجہ مسلم فی صحیحہ کما سقناہ۔ (کتاب البیان صد ۲۸)

اِن دونون حدیثون مین اگرچہ امام کا نام نہین لیا گیا ہے لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم مہدی نہین ہین کہ جو اسی امت کی فرد اور اولاد حضرت رسولؐ مین سے ہونگے اور نیز یہ کہ عیسیٰ اس امت کے پیشوا و امام بنکر نہین آئینگے لہذا وہ مہدی نہین ہوسکتے کہ جنھین اس امت کی امامت و پیشوائی کا درجہ حاصل ہے۔

علامہ ابن حجر نے اس روایت کو جس طرح نقل کیا ہے اُس مین نام بھی موجود ہے، وہ لکھتے ہین صحّ مرفوعا ینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرھم المھدی تعال صلّ بنا فیقول لا ان بعضکم ائمۃ علیٰ بعض تکرمۃ اللّٰہ لھذہ الامۃ (صواعق محرقہ صنہ ۱)

اور بالکل اسی کے مطابق اسعاف الراغبین علامہ صبان مین بھی موجود ہے

(حاشیہ نور الابصار ص۱۳۶)

حافظ گنجی نے بھی کتاب البیان ص۴ مین اس حدیث کو درج کیا ہے

اور لکھا ہے ھذا احدیث حسن رواہ الحرث بن ابی اسامة فی مسندہ

ورواہ الحافظ ابو نعیم فی مناقب المھدی نکا اخرہ وسقناہ عالیا۔

پانچوین حدیث حذیفہ کی روایت فیلتفت المھدی وقد نزل عیسیٰ بن مریم کانما یقطر من شعرہ الماء فیقول المھدی تقدم صل بالناس فیقول عیسیٰ انما اقیمت الصلوٰة لک فیصلی عیسیٰ خلف رجل من ولدی فاذا صلیت قام عیسیٰ حتی جلس فی المقام فیبایعہ" حضرت رسولؐ فرماتے ہین کہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے موقع پر مہدیؑ انکی طرف متوجہ ہونگے اور کہینگے کہ بڑھیے لوگون کو نماز پڑھائیے عیسیٰ جواب دینگے کہ نہین یہ نماز تو آپ سے مخصوص ہے آخر عیسیٰ میرے فرزند کے پیچھے نماز پڑھینگے نماز کے بعد عیسیٰ مقام ابراہیم مین آئینگے اور وہان مہدی سے بیعت کرینگے"

اس روایت کی حافظ ابو نعیم نے مناقب المھدی مین تخریج کی ہے۔

(کتاب البیان ص۲۸۔۲۹)

علامہ ابن حجر نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے وفی صحیح ابن حبان فی امامة المھدی نحوہ" اسکے مثل روایت صحیح

ابن حبان مین باب امامت مھدی مین موجود ہے" (صواعق محرقہ ص۱۰۱)

اور اسی کے موافق اسعاف الراغبین (حاشیہ ص۱۳۶) مین بھی مذکور ہے۔

ان احادیث کا تواتر اور اجماع امت

علامہ ابن حجر لکھتے ہین۔

قد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرۃ رواتھا عن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بخروجہ وانہ من اھل بیتہ وانہ یملک سبع سنین وانہ یملأ الارض عدلا وانہ یخرج مع عیسیٰ علی نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والسلام فیساعدہ علی قتل الدجال بباب لد بارض فلسطین وانہ یوم ھذہ الامۃ ویصلی عیسیٰ خلفہ

"یہ احادیث جناب رسالتمآبؐ سے رواۃ کی کثرت کے باعث حد تواتر و استفاضہ پر پہونچ گئے ہین کہ امام مھدی ظہور کرینگے اور وہ حضرتؐ کی نسل سے ہونگے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے مملو کر دینگے اور وہ عیسیٰ کی معیت مین جہاد کے لئے نکلینگے اور دجال کے قتل مین باب لد پر جو ملک فلسطین مین ہے عیسیٰ کی مدد کرینگے اور وہ اس امت کی امامت کو انجام دینگے اور عیسیٰ اُنکے پیچھے نماز پڑھینگے" (صواعق محرقہ ص۱۰۲)

علامہ صبان نے بعینہ اسی عبارت کو تائیدی حیثیت سے نقل کیا ہے۔

(اسعاف الراغبین حاشیہ ص۱۴۰)

علامہ شبلنجی نے لکھا ہے۔

تواترت الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ من اھل بیتہ وانہ یملأ الارض عدلا وتواترت الاخبار علی انہ یعاون عیسیٰ علی قتل الدجال بباب لد بارض فلسطین الشام۔

"احادیث اس امر کے متعلق جناب رسالتمآبؐ سے متواتر ہیں کہ مہدی حضرت کے اہلبیت میں سے ہیں اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے مملو کردینگے نیز یہ امر بھی متواتر ہے کہ وہ عیسیٰ کی مدد کرینگے دجال کے قتل میں جو باب لد پر ملک فلسطین میں واقع ہوگا" نورالابصار صـ۱۵۵)

اور حافظ گنجی نے لکھا ہے۔

ھذہ الاخبار ما ثبت طرقھا وصحتھا عند اھل السنۃ وکذلک ترویھا الشیعۃ علی السوآء فھذا ھو الاجماع من کافۃ اھل الاسلام اذ من عدا الشیعۃ والسنۃ من الفرق فقولہ ساقط مردود وحشو مطرح فثبت ان ھذا الاجماع کافۃ اھل الاسلام۔

"یہ احادیث ایسے ہیں جنکے طرق اور اُنکی صحت اہل سنت کے نزدیک ثابت ہوگئی ہے اور اسی طرح انکو شیعہ بھی متفقہ طور پر روایت کرتے ہیں، اس طرح تمام مسلمانوں کا اجماع ثابت ہوا اسلئے کہ شیعہ اور اہلسنت کے علاوہ دوسرے فرقہ جو ہیں اُنکا قول درجۂ اعتبار سے ساقط اور بالکل بے وقعت ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے" (کتاب البیان صـ۲۹)

نہین ہین لہذا پیشین گوئی غیر منطبق، اسکے لئے اُنھون نے سارا پیرا عیسیٰ بن مریم اپنا نام رکھ لیا کہ یہ سوال ہی پیدا نہ ہونے پائے لیکن وہ لوگ جو سخن فہمی کا ملکہ رکھتے اور بات کرنے کا انداز جانتے ہین۔ اُنھین معلوم ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی لفظین اُس ہستی کے آنے کی پیشین گوئی ہے جسکا نام عیسیٰ اور جس کی مان مریم تھی نہ وہ کہ جسکا نام خواہ مخواہ عیسیٰ بن مریم رکھ دیا گیا ہو۔

درحقیقت عیسیٰ بن مریم کی لفظین اُس مخصوص شخص کا پتہ دیتی ہین جو بنی اسرائیل مین پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث ہو چکا ہے اسلئے کہ کوئی دوسرا شخص اگرچہ عیسیٰ اور اُسکی مان کا نام مریم ہو لیکن اُس کا انتساب اپنے باپ کی طرف ہوگا اور یہ بات عیسیٰ اسرائیلی ہی کے ساتھ مخصوص تھی کہ وہ بغیر باپ کے صرف مان سے پیدا ہوئے اسلئے انتساب اُنکا اپنی مان کی جانب تھا اور وہ عیسیٰ بن مریم کہلانے تھے۔ درحقیقت عیسیٰ بن مریم کے آنے کی پیشین گوئی شخص خاص کے متعلق نام و نسب کی خصوصیت کے ساتھ تعیینی طور پر ہے نہ یہ کہ کلی حیثیت سے کہ ایک عیسیٰ بن مریم آئیگا تا کہ جو شخص اپنا نام عیسیٰ بن مریم رکھ لے یا اتفاق سے اُس کا نام عیسیٰ اور اُسکی مان کا نام مریم ہو وہ اُسکے تحت مین داخل ہو جائے۔

عیسیٰ بن مریم نام ہو چکنے کے بعد بھی خود مرزا صاحب سمجھے کہ مسیح موعود مین ہون یہانتک کہ جتنی کسر باقی تھی وہ تیسرے الہام سے پوری ہوئی جسمین آپکو مسیح موعود کا لقب دیا گیا چنانچہ وہ حمامۃ البشریٰ مین فرماتے ہین کہ "مین نے دس برس کا عرصہ ہوا اپنی کتاب براہین تصنیف کی اور اسمین اپنے بعض الہامات

جو اسوقت تک ہو چکے تھے درج کئے جن مین سے یہ تھا کہ یا عیسی انی متوفیک
الخ اس مین خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا پھر دوسرے الہام مین مجھ سے خطاب
کرکے کہا ہے انی خلقتک من جوھر عیسی وانک وعیسیٰ من جوھر واحد
مین نے تم کو عیسیٰ کے جوہر سے خلق کیا ہے اور تم اور عیسیٰ ایک جوہر سے ہو۔ ایک
الہام مین تمام علماء کو جو میرے خلاف ہین یہود و نصاریٰ سے تعبیر کیا ہے ۔
اسکے بعد دس برس تک مجھ پر ایسے الہامات نہین ہوئے اور مجھ کو یہ
خبر نہ تھی کہ اب اتنی طویل مدت کے بعد مین مامور ہونگا اور میرا نام مسیح موعود
رکھا جائیگا بلکہ میرا خیال تھا کہ مسیح آسمان سے آیندہ نازل ہونگے جیسا کہ
عام مسلمانون کا خیال ہے لیکن مین اپنے دل مین کہتا تھا کہ آخر خدا نے پہلے
الہامات مین میرا نام عیسیٰ بن مریم کیون رکھا ہے اور کیون کہا ہے
کہ تم اور عیسیٰ ایک جوہر سے ہو اور کیون میرے مخالفین کو یہود و نصاریٰ
قرار دیا ہے، لیکن ان تمام الہامات کے معنی اب دس برس کے بعد مجھ پر کھلے
یعنی جب میرا نام مسیح موعود قرار دے لیا گیا" (ص۱۴۲)

"حافظہ نباشد" کے مطابق یہ تناقض بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ سابقہ
عبارت مین صاف موجود ہے کہ عیسیٰ بن مریم نام رکھے جانے والے الہام کے
بعد راز پوشیدہ ظاہر ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ عیسیٰ مین ہی ہون اور اب کوئی
عیسیٰ آنے والے نہین اور اس عبارت مین صاف یہ لکھا ہے کہ اس الہام کے

بعد بھی مین سمجھتا رہا کہ مین عیسٰی مسیح نہین ہون اور وہ پھر آنے والے ہین لیکن دس برس کے بعد یہ راز منکشف ہوا۔

اب ذرا اُن پیشین گوئیون پر ایک نظر ڈالو جو مسیح موعود کے متعلق ہین اور جنمین اُسکا نماز پڑھنا امام مہدی کے پیچھے مذکور ہے اور اُنکا کہنا کہ یہ حق اس امت کا ہے کہ اُسکے بعض افراد بعض کے امام و پیشوا ہنین تو یہ امر صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسٰی بن مریم یا مسیح موعود امت محمدیہ مین سے کسی شخص کا نام نہین ہے بلکہ وہ وہی عیسٰی بن مریم اور مسیح ہین جنکا دور نبوت رسالت محمدیہ کے ظہور سے ختم ہوا تھا۔

ان تمام احادیث کے خلاف اُنکا یہ دعوٰی بھی کہ مہدی و عیسٰی دو شخص نہین بلکہ ایک ہی ہین بالکل پادر ہوا ہے، اُنھون نے مسلمانون کے متفقہ عقیدہ کا مذاق اُڑاتے ہوئے حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۴ مین لکھا ہو۔

العجب الاخر انھم ینتظرون المھدی مع انھم یقرأون فی صحیح ابن ماجہ والمستدرک حدیث لا مھدی الا عیسٰی ویعلمون ان الشیخین قد ترکا ذکرہ لضعفہ احادیث سمعت فی امرہ ویعلمون ان احادیث ظھور المھدی کلھا ضعیفۃ مجروحۃ بل بعضھا موضوعۃ ماثبت منھا شئی ثم یصرون علی مجیئہ کانھم لیسوا بعالمین۔

"تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ مہدی کے منتظر ہین حالانکہ وہ صحیح

ابن ماجہ اور مستدرک مین اس حدیث کو دیکھتے ہین کہ مہدی سوائے عیسیٰ کے کوئی نہین ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ صحیحین نے مہدی کا ذکر اسی بنا پر چھوڑا ہے کہ اس بارے مین جتنے احادیث ہین وہ ضعیف السند اور یہ بھی جانتے ہین کہ ظہور مہدی کے جتنے احادیث ہین سب ضعیف اور مجروح بلکہ بعض اُنمین سے موضوع ہین اور کوئی اُنمین سے ثابت نہین ہے پھر یہ لوگ مہدی کے آنے پر اصرار رکھتے ہین گویا یہ کچھ جانتے ہی نہین ؛

حالانکہ جو شخص ظہور حضرت مہدی کے متعلقہ احادیث پر نظر کرے جنکی طویل فہرست سابق مین درج ہو چکی ہے تو معلوم ہوگا کہ اُن احادیث مین اکثر صحیح و حسن ہین جنکا اعتبار پایۂ ثبوت کو پہونچا ہوا ہے اور پھر جبکہ تعداد اُنکی اتنی ہے کہ جو حد تواتر کو پہونچی ہے جسکے بعد تحقیق سند کا سوال ہی باقی نہین رہتا۔

رہ گئی یہ حدیث جس پر اُسکا پورا اعتماد معلوم ہوتا ہے کہ لا مھدی الا عیسے وہ بجائے خود پایۂ اعتبار سے ساقط ہے چنانچہ علامہ ابن حجر لکھتے ہین۔

قال الحاکم اوردتہ تعجبا لا محتجا بہ وقال البیہقی تفرد بہ محمد بن خالد وقد قال الحاکم انہ مجہول واختلف عنہ فی اسنادہ وصرح النسائی بانہ منکر وجزم غیرہ من الحفاظ بان الاحادیث التی قبلہ ای الناصۃ علی ان المھدی من ولد فاطمۃ اصح اسنادا۔

"حاکم نے جو اس روایت کو درج کرنے والے ہین خود لکھا ہے کہ مین نے

اسے تعجب کے طور پر نقل کیا ہے نہ اس خیال سے کہ وہ حجت اور قابل عمل ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس روایت کے نقل مین محمد بن خالد متفرد ہے اور اسکے متعلق حاکم نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اور اس سے اسناد مین بھی اختلاف ہوا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ منکر اور نا قابل عمل ہے اور دیگر حفاظ حدیث نے یقینی طور سے کہا ہے کہ وہ احادیث جنمین صراحت ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ مین سے ہوگا زیادہ صحیح السند ہین" (صواعق محرقہ ص۱۰۱)

علامہ ابن صبان نے لکھا ہے۔

اما حدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزداد الامر الاشدۃ ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا مہدی الا عیسی بن مریم فمتکلم فیہ

"یہ روایت کہ سوائے عیسی کے کوئی مہدی نہین ہے محل کلام ہے"

حافظ گنجی لکھتے ہین۔

مدار الحدیث لا مہدی الا عیسی بن مریم علی محمد بن خالد الجندی مؤذن الجند تفرد بہ عن ابان بن صالح عن الحسن قال الشافعی المطلبی کان فیہ تساہل فی الحدیث قلت قد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرۃ رواتہا عن المصطفی صلی اللہ

علیہ وسلم فی امر المھدی وانہ یملک سبع سنین ویملأ الارض عدلا وانہ یخرج مع عیسی بن مریم یساعد فی قتل الدجال بباب لد بارض فلسطین وانہ یؤم بھذہ الامۃ ویصلی عیسی خلفہ فی طول من قصتہ وامرہ وقد ذکر الشافعی فی کتاب الرسالۃ وکتا بہ وصل نوردہ ولکن یطول ذکر سندہ قال اتفقوا علی ان الحدیث لا یقبل اذا کان الراوی معروفا بالتساھل فی روایتہ

یہ حدیث کہ لا مھدی الا عیسی اس کا دارومدار محمد بن خالد ہندی پر ہے جو اس کی روایت مین متفرد ہے ابان بن صالح سے اور وہ حسن سے، شافعی مطلبی نے کہا ہے کہ یہ شخص نقل حدیث مین سہل انکاری اور بے پرواہی رکھتا تھا، احادیث جناب رسالتمآبؐ سے مہدی کے متعلق حد تواتر کو پہونچے ہین اور یہ کہ وہ سات برس سلطنت کرینگے اور زمین کو عدل وانصاف سے مملو کردینگے اور عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ظاہر ہوکر دجال کے قتل مین اُنکی مدد کرینگے۔ اور نماز پڑھائینگے اور عیسیٰ اُنکے پیچھے نماز پڑھینگے، شافعی نے اپنے رسالہ مین جو مسند ہے اور ہم تک بسند متصل پہونچا ہے جسکے ذکر کا موقع نہین کہا ہے کہ یہ امر متفق علیہ ہے کہ حدیث اسوقت قبول نہین ہوسکتی جب اسکا راوی تساہل اور بے پرواہی مین مشہور ومعروف ہو

(کتاب البیان صہ۱۴۱)

اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقت سے کوسون دور نظر آتا ہی

باب و بہاء کے دعاوی

ایران مین بابی وبہائی تحریک ہندوستان کی قادیانی تحریک کی تقریبا ہمسن یا اُسکی بڑی بہن ہے۔

علی محمد شیرازی ملقب بباب اور مرزا حسین علی مازندرانی ملقب بہاءاللہ کے دعاوی اگرچہ باختلاف زمانہ نئی نئی صورتین اختیار کرتے رہے ہین اور ڈارون کے فلسفہ نشوء ارتقاء کے مطابق اُن مین تدریجی اضافہ ہو لگئے ہین لیکن تمام مدارج ترقی کا لب لباب جو موجودہ بہائی فرقہ کا نقطۂ نظر قرار پاتا ہے وہ یہ ہے کہ نقطہ اولیٰ یعنی حضرت سید علی محمد باب شیرازی مہدی موعود اور قائم منتظر ہین اور اُنہی کے ظہور سے تمام وہ پیشین گوئیان پوری ہوگئین جو امام مہدی کے ظہور کے متعلق تھین اور اونکا ظہور پیش خیمہ تھا ایک دوسرے ظہور کا کہ جو ظہور اعظم ہے اور وہ اسی ظہور کی بشارت دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور اسی بناء پر آنکو مبشر کہا جاتا ہے اور یہ ظہور اعظم حضرت جمال قدم بہاء اللہ ہین جنکے اندر مالک الملک والملکوت یعنی خدائے تعالیٰ نے دنیا کو اپنے ظہور سے معمور فرمایا ہے، انکے ظہور سے وہ پیشین گوئیان پوری ہوئی ہین جو رسالتمآبؐ سے مذکور ہین کہ تم اپنے خدا کو اس طرح دیکھو گے جیسے چودھوین رات کا چاند یا جو کتب سابقہ مین ہے کہ رب الافواج اپنے جلال وجبروت کے ساتھ ظاہر ہوگا یا جو

قرآن مجید مین ہی کہ جاء ربک یا تیھم اللہ وغیرہ وغیرہ اور انہی کا ظہور قیامت ہی کہ جسکا ذکر برابر قرآن واحادیث مین ہوتا رہا ہی اور انہی کے ظہور سے شریعت اسلامیہ منسوخ اور دوسری اُمت وشریعت کا دور دورہ ہوگیا ہی اور انہی کا ظہور ظہور مسیح ہی لیکن وہ باپ کے جلال مین ہی نہ یہ کہ وہی مسیح جو دنیا سے اُٹھ گیا تھا پھر آئیگا کہ جو عقل ونقل کے خلاف ہے ؎

مذکورۂ بالا عقائد اگرچہ بہائی جماعت مین مسلم حیثیت رکھتے ہین لیکن ناواقف اشخاص اطمینان کے لئے سلسلہ وار ذیل کے عبارات ملاحظہ فرمائین جو نمونہ کے طور پر حضرات اہل بہار کے کتب سے درج کئے جاتے ہین ۔

(۱) مہدی موعود اور قائم منتظر علی محمد باب ہین ۔

ملاحظہ ہو اردو ترجمہ لوح ابن ذئب از کتب مقدسہ حضرت بہاء اللہ مطبعہ جید برقی پریس دہلی منشورۂ ادارۂ کوکب ہند دہلی صہ ۸۲

اے شیخ گروہ شیعہ پر غور کر کہ انھون نے ظنون واوہام کے ہاتھون کس قدر عمارتین اور کتنے شہر بنا ڈالے بالآخر وہ اوہام گولی کی شکل مین تبدیل ہوئے اور سید عالم پر جا پڑے اور اس جماعت کے سردارون مین سے ایک بھی یوم ظہور مین ایمان نہ لایا، اسم مبارک کے ذکر پر سب لوگ عجل اللہ فرجہ کہتے ہین (کہ خدا کرے حضرت امام مہدی کا ظہور جلد ہو) لیکن اس خورشید حقیقت کے ظہور کے وقت دیکھا گیا کہ سب عجل اللہ فی نقمتہ کہنے لگے (کہ خدا اسے جلدی تباہ کرے) ان لوگون نے ساذج

وجود اور مالک غیب وشہود کو سولی پر لٹکایا اور وہ ظلم کیا جس سے لوح رو پڑی قلم نوحہ گر ہوا مخلصون کی آہین اٹھین اور مقربین کے آنسو بہنے لگے"

صنا "فرقہ شیعہ کو دیکھ ایک ہزار دوسو سال تک "یا قائم" پکارتے رہے اور آخر کار سب نے اُسکی شہادت پر فتویٰ دیا اور اُسے شہید کر دیا حالانکہ حق جل جلالہ اور حضرت خاتم اور اوصیا کے قائل اور ماننے والے تھے"

رسالۂ دور بہائی منشورۂ ادارۂ کوکب ہند دہلی صنا

"آپ کے "باب" ہونے کے دعویٰ نے جس دشمنی کو بھڑکایا تھا اُسے آپکے اس دعوے نے کہ آپ ہی وہ امام مہدی ہین جس کی حضرت محمد نے پیشگوئی کی کی تھی دوگنا کر دیا"

(۲) علی محمد باب صرف ایک مبشر کی حیثیت رکھتے تھے جو اپنے بعد والے ظہور کی پیشین گوئی کرین۔ ملاحظہ ہو رسالۂ دور بہائی صنا

"آپکی تمام کتابون کا جوہر اور لب لباب اُس ظہور کی تعریف وتمجید تھی جو بہت جلد ظاہر ہونے والا تھا جو آپکا واحد مدعا مقصد محبوب اور مطاع تھا کیونکہ آپ اپنے ظہور کو صرف ایک بشر کا ظہور سمجھتے تھے اور اپنی اصلی فطرت کو آنے والے کے عظیم الشان کمالات کا وسیلہ جانتے تھے۔

صنا "یوحنا بپتسمہ دینے والے کی طرح حضرت باب ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ وہ ایک ایسی ہستی کے پیشرو یا مبشر ہین جو اُن سے بڑا ہے اور جو بہت جلد اُنکے بعد آئیگا

آپ نے آفتاب حقیقت کے ایک عظیم الشان ظہور کی بشارت دی کہ وہ بہت جلد انسانی صورت مین جاہ و جلال کے ساتھ انسانون مین ظاہر ہوگا۔"

(۳) بہاء اللہ کا ظہور ظہور خداوند عالم اور وہی روز قیامت ہے۔

بہائی ارگن "کوکب ہند" دہلی ج ۸ نمبر ۲ و ۳ ۱۲ جون و جولائی ۱۹۳۰ء زیر عنوان "حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ" صہ

"قیامت کبریٰ مین ظاہر ہونے والا ظہور بالفاظ اہل کتاب ظہور خداوندی ہے نہ کہ کسی نبی اور رسول کا ظہور اور انہی الفاظ مین حضرت بہاء اللہ کا ادعا موجود ہے۔ آپ ہی ٹھنڈے دل سے غور فرمائین کہ کیا آپ قیامت کے دن کسی نبی یا رسول کے ظہور کے منتظر ہین؛ اگر نہین جیسا کہ یقیناً نہین تو کیون ایسے ظہور کو جو قیامت کبریٰ مین ٹھیک اپنے وقت پر ظہور فرما ہو نبی و رسول بنانے کی فکر مین ہین جبکہ نہ اُسے نبی یا رسول کے خطاب سے کبھی مخاطب کیا گیا اور نہ اُس نے ہی کبھی ادعاء نبوت و رسالت کیا بلکہ اس نے ہمیشہ یہی ندا بلند فرمائی یا معشر الملوك قد اتی المالك والملك للہ المهيمن القيوم اے بادشاہون کے گروہ مالک آگیا اور ملک خدائے مہیمن و قیوم ہی کا ہے۔ طوفوا وزدروا رب الانام فی هذه الایام التی ما ادرکت مثلها العيون فی قرون الاولين اندنون مین جنکی مثال پہلے زمانون کی کسی آنکھ نے نہین دیکھی تم مخلوقات کے رب کی زیارت کرو اور طواف کرلو۔ قل بهذا الظهور رجع حديث الطور ونفخ فی الصور وقام العباد للہ العزيز الودود

اذ کو ما انزل الرحمٰن فی الفرقان یوم یقوم الناس لرب العالمین کہدے اس ظہور سے طور کا واقعہ پھر ظاہر ہو گیا اور صور پھونکا گیا، غالب اور پیار کرنے والے خدا کے لئے بندے اٹھ کھڑے ہوئے یاد کرو جو رحمٰن نے قرآن مین نازل فرمایا کہ جس دن لوگ رب العالمین کی حضوری کے لئے اٹھ کھڑے ہونگے۔

قد اتت الساعۃ التی کانت مکنونۃ فی علم اللّٰہ ونادت الذرات قد اتی القدیم ذوالمجد العظیم الساعۃ یعنی وہ گھڑی آپہونچی جو خدا کے علم مین پوشیدہ تھی اور تمام ذرات پکار اٹھے کہ بزرگی اور عظمت والا قدیم آگیا۔"

کوکب ہند ج ۸ نمبر ۴ صدا "ظہور کے لئے جو مقام مقدر اور جس نام سے وہ موسوم ہے وہ یہ ہے جسکی بابت تمام کتب مقدسہ کا ارشاد وبیان ہے کہ انہ ینطق فی کل شان اننی انا اللّٰہ لا الہ الا انا رب کل شئ وان ما دونی خلقی ان یا خلقی ایای فاعبدون اسکی شان گفتگو ہر شان مین یہ ہے کہ تحقیق مین خدا ہون۔ میرے سوا کوئی خدا نہین مین ہر چیز کا رب ہون اور جو کچھ میرے سوا ہے وہ میری مخلوق ہے، مین حکم دیتا ہون کہ اے میرے مخلوق صرف میری ہی عبادت کرو (تجلیات) ہمیشہ سے مین نے جبروت بقا مین یہی کہا ہے کہ میرے سوا کوئی مہیمن وقیوم خدا نہین اور ہمیشہ ملکوت اسمار مین کہتا رہونگا کہ مین ہی خدا ہون میرے سوا کوئی عزیز ومحبوب خدا نہین ہے (لوح الہیکل)۔"

(۴) بہار اللہ کا ظہور مسیح موعود کا ظہور ہے۔

کوکب ہند ج ۸ نمبر ۲ ص۱ بسلسلۂ عنوان "حضرت بہاء اللہ کا دعوےٰ" چوتھا استدلال چونکہ حضرت بہاء اللہ نے اپنے آپکو آمد روح اللہ کہا ہے اور احادیث مین حضرت مسیح کے دوبارہ آمد کی خبر ہے جو خدا کے رسول تھے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت بہاء اللہ بھی رسول تھے (الجواب) دنیا سے اُٹھ جانے والے مسیح کی دوبارہ آمد کا خیال ایک غلط خیال ہے جسے رفتہ رفتہ عقلمند انسان چھوڑتے چلے جارہے ہین، ہان البتہ مسیح ضرور آئیگا لیکن باپ کے جلال مین جیسے ہم اشعیا نبی کی پیشین گوئی مین قدیم باپ کے ظہور کے نام سے دکھا چکے ہین چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قد اتی الاب باپ آگیا (کتاب مبین ص۶) سواسے ظہور مسیح کہو یا ظہور روح اللہ کہو یا باپ کا ظہور کہو یا خدائے قادر اور رحمٰن کے ظہور کے نام سے یاد کرو مطلب ایک ہی ہے"

مذکورۂ بالا دعاوی کے تفصیلی ابطال کے لئے تو ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے جسکے لئے کسی آیندہ فرصت کا انتظار ہے لیکن مین تو سردست جب ان عادی کو اُن پیشین گوئیون پر منطبق کرنا چاہتا ہون جو امام مہدی اور عیسیٰ مسیح کے ظہور کے متعلق مستند احادیث فریقین مین وارد ہوئی ہین تو ان دونون مین کوئی تعلق نظر نہین آتا۔

اُن پیشین گوئیون سے صاف ظاہر ہے کہ

(۱) حضرت مہدی ایسے وقت مین کہ جب دنیا ظلم و جور سے مملو ہوگی ظاہر ہوکر دنیا کو عدل و انصاف سے مملو کر دینگے۔

(۲) وہ خدا کی طرف سے منصور و مؤید اور خاص جاہ و جلال اور عزت و اقتدار کے مالک بنا کر ظاہر کئے جائینگے جن کے ہاتھوں دین حق کا دور دورہ اور باطل طاقتوں کو شکست ہوگی۔

(۳) وہ خود ایک خصوصی عظمت و اہمیت اور امامت و پیشوائی کے درجہ کے مالک ہیں جس کی بنا پر رسول ؐ کے احادیث میں کن پر طاقت و پرشکوہ الفاظ سے کتنی زیادہ مرتبہ انکے آنے کی پیشین گوئی کی گئی، اگر وہ صرف ایک مبشر کی حیثیت رکھتے ہوتے جو اپنے بعد والے ظہور کی پیشین گوئی کرے تو احادیث میں خود ان سے ظہور کے متعلق اتنے اہتمام کی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ تمام اہتمام اُس ظہور کے متعلق صرف کیا جاتا جو مقصود اصلی تھا۔

(۴) حضرت مسیح کا ظہور امام مہدی کے ساتھ بحیثیت معاون و شریک کار ہوگا اور وہ امام مہدی کی بیعت کریں گے اور اُنکے پیچھے نماز پڑھیں گے جس سے صاف ظاہر ہے کہ انکا ظہور ہیکل بشری میں بحیثیت انسان کے ہوگا نہ بحیثیت خالق انسان کے۔ حضرت مسیح کے ظہور کو باپ کے جلال میں بتلانا عقیدۂ تثلیث اور عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کے خیال کا مظہر ہے جو عقل و نقل اور اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔

(۵) حضرت مہدی کو قوم عرب کی حکومت حاصل ہوگی لیکن افسوس ہے کہ حضرت علی محمد باب کی تحریک کو آج تک ملک عرب میں کوئی مقبولیت

حاصل نہین ہوئی۔

(۶) حضرت مہدی رسول کے ہمنام ہونگے، حضرت نقطۂ اولیٰ کا نام علی محمد تھا جس مین عربی و فارسی کے قاعدہ سے رکن اعظم پہلا لفظ ہوتا ہے دوسرا جیسا معلوم ہوا کہ ان احادیث کو جن مین امام مہدی کے ظہور کی پیشین گوئی ہے اسم قسم کے بادر ہوا دعادی سے جو سوائے ظاہری ملمع کاری کے کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہین ہین کوئی تعلق نہین ہے۔

آفتاب امامت کا فروغ

اور

بے بنیاد خیالات کی شکست

حضرت مہدی آخر الزمان کا وجود اور علمائے اسلام کا اجماع

طلائے خالص کی نقل بنانے مین کتنی دستکاری صرف کر دی جائے لیکن اس کا واقعی امتیاز سلب نہین ہو سکتا، بیشک لوگون کی آنکھین غلط فریبی کے رنگ مین مبتلا ہونگی، حقیقت گم نہین ہو سکتی چاہے اصلی صورت کے کتنے ہی راستے بناکر عقول و افہام کے لئے بھول بھلیان طیار کر دی گئی ہو۔ شیعی فرقہ کہ جسکے مذہبی روایات مین امام مہدی کا وجود کسی کلی عنوان اور مبہم صورت سے ثابت نہین بلکہ وہ اتنے شخصی تعینات مین گھرا ہے جنکے باوجود

کسی دوسرے کی شرکت ناممکن ہو جاتی ہے وہ اس قسم کی آوازدن پر اغنیار کو
بھی اپنے کارآمد اوقات کی تضیع کے مرادف خیال کرنے پر مجبور ہے شیعی فرقہ
کے اعتقاد مین امام عصر مہدی موعود قائم آل محمد حجت منتظر م ح م د
بن الحسن العسکری علیہ وعلی آبائہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہین جن کی ولادت
شب نیمہ شعبان ۲۵۶ھ کو سامرہ مین ہوئی اور وہ بحکم الٰہی ان اسرار وحکم
کی بنا پر جو علم مکنون باری مین مضمر ہین اور جن کے متعلق اپنی عاجز ذہن
نارکی رہنمائی کے مطابق ہم نے بھی روشنی ڈالی ہے لوگون کی نظروں سے
غائب رہکر اپنے مقصد اصلی اور فریضہ منصبی کو ادا کر رہے ہین اور اسوقت
تک غائب رہین گے جب تک مشئیت باری اس دنیا کے قریبی زمانہ مین اختتام
سے متعلق نہین ہوئی ہے اور جبکہ ایسا ہو تو خداوند عالم انکو ظاہر فرمائیگا جس کے
ساتھ تمام پیشین گوئیان پوری اور علامات حقیقی طور پر منطبق ہونگے جس مین
خواہ مخواہ کی ساخت پرداخت کو دخل نہوگا ۔

ہمارے مستند تاریخی روایات اور احادیث حضرت کی ولادت وغیبت
کے واقعات سے مملو اور تواتر قطعی کی حد سے متجاوز ہین جو کم سے کم ہمارے لئے تو
اس عقیدہ کا صحیح مستند ہو سکتے ہین لیکن علمائے اہلسنت مین سے بھی کثیر التعداد
افراد ان روایات کے نقل مین ہمارے ہم آواز ہین اور انھون نے حضرت کی
ولادت وغیبت کے واقعات کو جزم ویقین کے ساتھ درج کیا ہے چنانچہ رسالہ

کے منظور نظر مقدار سے زیادہ آگے نہ بڑھنے کی غرض سے اس موقع پر صرف آن حضرات کے اسمار پر اکتفا کی جاتی ہے اور آیندہ موقع پر انشاء آنکے عبارات و تصریحات کی تفصیلی صورت پر درج کرنے کا ارادہ ہے ۔

(۱) ابو سالم کمال الدین محمد بن طلحہ قرشی مصنف مطالب السئول ۔

(۲) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی مصنف کفایۃ الطالب و کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان ۔

(۳) نور الدین علی بن صباغ مالکی مصنف فصول مہمہ ۔

(۴) شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قز غلی بن عبد اللہ البغدادی الحنفی المعروف لسبط ابن الجوزی مصنف تذکرۂ خواص الامۃ ۔

(۵) شیخ اکبر محی الدین بن عربی طائی اندلسی مصنف فتوحات ۔

(۶) شیخ عبد الوہاب شعرانی مصنف کتاب الیواقیت و الجواہر فی عقائد الاکابر

(۷) عارف کامل شیخ حسن عراقی ۔

(۸) شیخ علی خواص برادسی ۔

(۹) نور الدین عبد الرحمن جامی حنفی مصنف شواہد النبوۃ ۔

(۱۰) حافظ محمد بن محمد بن محمود المعروف بخواجہ پارسا بخاری مصنف کتاب فصل الخطاب ۔

(۱۱) حافظ ابو الفتح محمد بن ابی الفوارس مصنف کتاب اربعین ۔

(۱۲) شاہ عبدالحق محدث دہلوی مصنف رسالہ مناقب الائمہ

(۱۳) سید جمال الدین عطاء اللہ شیرازی مصنف روضۃ الاحباب۔

(۱۴) حافظ ابو محمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم طوسی بلادری مصنف مسلسلات۔

(۱۵) ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن خشاب مصنف کتاب تواریخ مو الید الائمہ ووفیاتہم۔

(۱۶) قاضی شہاب الدین ملک العلما دولت آبادی مصنف ہدایۃ السعداء

(۱۷) شیخ علی متقی مصنف کتاب البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان

(۱۸) فضل بن روزبہان شیرازی مصنف ابطال الباطل۔

(۱۹) شیخ سلیمان قندوزی حنفی بلخی مصنف ینابیع المودۃ۔

(۲۰) شیخ الاسلام شیخ احمد جامی

(۲۱) صلاح الدین صفدی۔

(۲۲) شیخ عبدالرحمٰن بسطامی۔

(۲۳) مولوی علی اکبر بن اسد اللہ مودودی مصنف کتاب مکاشفات

(۲۴) شیخ عبدالرحمٰن عارف مصنف مرآۃ الاسرار

(۲۵) قاضی جواد ساباطی مصنف کتاب براہین ساباطیہ

(۲۶) شیخ سعدالدین حموی خلیفہ نجم الدین الکبریٰ۔

(۲۷) شیخ عارف متالہ عامر بن عامر بصری مصنف قصیدہ ذات الانوار

(۲۸) شیخ ابو المعالی صدر الدین قونوی۔

(۲۹) مولانائے روم مصنف مثنوی۔

(۳۰) شیخ محمد عطار مصنف مظہر الصفات۔

(۳۱) سید علی ہمدانی مصنف کتاب المودۃ فی القربیٰ۔

(۳۲) موفق بن احمد خطیب خوارزمی مصنف مناقب۔

(۳۳) عبد اللہ بن محمد مطیری مدنی شافعی اشعری نقشبندی مصنف کتاب ریاض زاہرہ۔

(۳۴) ابو المعالی محمد سراج الدین رفاعی مخزومی مصنف صحاح الاخبار

جب اتنے کثیر التعداد علمائے اہلسنت بھی ہمارے ہم آواز ہیں اور مستند احادیث کے مندرجہ خصوصیات (اسمہ اسمی) (من عترتی) (من ولد الحسین) وغیرہ بھی حضرت پر پورے پورے منطبق ہیں اور عقلی و نقلی ادلہ کا اقتضا ہے کہ دنیا کسی وقت امام سے خالی نہیں رہ سکتی اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد کسی امام کا پتہ سوائے حضرت کے نہیں چلتا اور غیبت کے وجوہ و اسباب بھی عقلی روشنی میں مکمل طور پر ثابت ہو چکے ہیں کہ وہ بالکل اصول حکمت و صلاح کے مطابق ہے تو یقیناً حضرت کے وجود و غیبت و امامت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا، خدا عام مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ آنکھ کھول کر اس مسئلہ کے

پہلوؤں پر نظر ڈالیں اور اپنے امام زمانہ کی معرفت کو حاصل کرکے متفقہ حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ کی رو سے اپنے تئیں علیحدہ کریں۔ والسلام

علی نقی النقوی عفی عنہ

شعبان ۱۳۵۱ھ



JUNG
Oriental
URDU PRIN
Acce ۸۹۳
Subje

حجج وبینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلام مین ظاہر ہوئی ہے۔ سال گذشتہ عراق مین مشاہد مشرفہ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنے معجزات ظاہر ہوئے اُن کے مستند تفصیلی واقعات ذاتی تحقیقات اور مستند ذرائع سے تصدیق شدہ معلومات حاصل کرکے ایک جا شائع کردیئے گئے ہین جو ارباب ایمان کے لئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل مین صداقت و حقانیت کی دلیل ہین یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور انہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے جو کتاب کی ادبی منزلت و استناد و اعتبار کی حیثیت کیلئے بہترین ضمانت ہے ۲۰ + ۲۶ کی تقطیع پر اعلیٰ کاغذ و طباعت کے ساتھ تیار ہے اور اس مین متعدد شفایافتہ افراد کے فوٹو بھی شامل ہین جو کتاب کی دیدہ زیبی اور نیز اُس کے اعتبار و استناد مین اضافہ کا باعث ہوئے ہین۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک عہ

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف سے پکارنے والے کا

برادران ایمانی سلام علیکم

امامیہ مشن کی دینی و تبلیغی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں اس سلسلہ میں جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے جبتک کہ ہر ہر فرد قوم تھوڑی قربانی نہ کرے اس کام کو تیزی کے ساتھ آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ شیعیان امیر المومنین کثیر تعداد میں اس تبلیغی ادارہ کے ممبر بن کر ہماری تقویت کریں چندہ سالانہ کم سے کم ایکرو پیہ ہے اور جو مومنین اس سے زائد مرحمت فرمادیں وہ ان کی توفیق پر منحصر ہے اور ممبران کے لئے یہ رعایت ہوگی کہ آئندہ جو رسالے شائع ہونگے وہ ان کو نصف قیمت پر دیئے جائیں گے۔

فارم ممبری ہم سے طلب فرمائیے اور خود بھی ممبر بنیئے اور دیگر مومنین کو بھی ممبر بنا کر عند اللہ و عند الرسول ماجور ہوجیئے۔ فقط

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکرٹیری امامیہ مشن

حسین آباد۔ لکھنؤ